ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

37

www.tanzeem.org

21 تا 27 ذوالحجہ 1436ھ/6 تا 12 اکتوبر 2015ء

اس شمارے میں


اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

قرآن مجید متقین کے لیے نصیحت ہے!

ایک دیے سے شگاف

تشدد مسائل کا حل نہیں!

حقیقت خرافات میں کھو گئی!

مسلم ہولوکاسٹ: امت کا اجتماعی قتلِ عام

حیا کے بغیر مہذب قوم؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں


## تعلق باللہ کی منزل

''اس روئے زمین پر حقیقی خیر اور فلاحِ انسانی کی واقعی ضمانت اس وقت میسر آ سکتی ہے جب انسانی قلب اور اللہ سبحانہ کے درمیان ایک مضبوط‘ پائیدار اور زندہ رشتہ استوار ہو اور اسی صورت میں یہ ضمانت بھی مل سکتی ہے کہ دنیا میں تمام انسانوں کے اپنے خالق سے ارتباط سے حق اور عدل قائم ہو جائے اور تمام انسان باہمی انسانیت کا رشتہ محسوس کریں۔ اسلام چونکہ اس حقیقت سے آشنا ہے اس لئے اس نے عبادتِ الٰہی کو اپنے نظامِ تربیت کی اساس اور تمام نظامِ زندگی کا محور بنایا ہے۔

اسلام انسان کو تربیت دیتا ہے کہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کا اللہ سے تعلق برقرار رہے‘ اس کا تعامل اللہ کے ساتھ ہو‘ اس میں خشیتِ الٰہی‘ اللہ کی محبت اور اس کے بتائے ہوئے منہاجِ زندگی کی جانب رجوع کا جذبہ موجود ہو‘ خواہ وہ اپنی خلوت میں ہو یا اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ ہو‘ عبادت میں مصروف ہو یا عملی جدوجہد میں لگا ہوا ہو‘ صنعت و تجارت میں مصروف ہو یا کارِ سیاست انجام دے رہا ہو‘ صلح و آشتی کے لمحات میں ہو یا نزاع اور جنگ کے اوقات میں۔

چنانچہ اسلام میں عبادت کا مفہوم یہ ہوا کہ عابد کی پوری زندگی اور اس کے تمام اعمال پر خشیتِ الٰہی محیط ہو‘ اس کا اللہ سبحانہ سے مسلسل تعلق قائم رہے اور وہ اللہ کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق عملی زندگی گزارے۔

عبادت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ انسان تارک الدنیا زاہد بن جائے اور رہبانیت اختیار کر لے۔ عبادت کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ انسان بڑی عاجزی اور نیازمندی سے نمازِ پنج گانہ ادا کر لے اور جب نماز پڑھ چکے تو پھر پہلے ہی کی طرح کا لالچی‘ خود غرض اور ظالم انسان بن کر باہر آ جائے‘ وہ بارِ امانت کے اٹھانے اور نصرتِ حق کرنے پر قادر نہ ہو۔ اس انسان کا ابھی اللہ سے رشتہ استوار نہیں ہوا۔ یہ ابھی تعلق باللہ کی منزل میں داخل نہیں ہوا۔ یہ تعلق باللہ کی منزل کا مسافر نہیں ہے بلکہ یہ راستے کے سائے میں بیٹھ کر آرام کرنے والا ہے۔''

سید محمد قطب شہیدؒ

الھدیٰ (674)

ڈاکٹر اسرار احمد

# اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر راہ یاب ہونا مشکل ہے

سُورۃ بَنِی اِسْرَاءِیل | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیات:47، 48

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِہٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَاِذْ ھُمْ نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۝

**آیت ۴۷** ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِہٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ﴾ ’’ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے وہ توجہ سے سنتے ہیں اس (قرآن) کو جب وہ کان لگائے بیٹھے ہوتے ہیں آپؐ کی طرف‘‘

قریش مکہ کی اس چال کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اُن کے بعض بڑے سردار اپنے عوام کو دھوکا دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آتے اور بظاہر بڑے انہماک سے سب کچھ سنتے۔ پھر واپس جا کر کہتے کہ لو جی ہم تو بڑے خلوص اور اشتیاق کے ساتھ گئے تھے محمد (ﷺ) کی محفل میں کہ وہ جو کلام پیش کرتے ہیں اس کو سنیں اور سمجھیں، مگر افسوس کہ ہمیں تو وہاں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ اس طرح وہ کوشش کرتے کہ ان کے عوام بھی ان کے ہم نوا بن جائیں اور ان میں بھی یہ سوچ عام ہو جائے کہ یہ بڑے بڑے سردار آخر سمجھدار ہیں، بات کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، محمد (ﷺ) کی بات سننے اور سمجھنے کے لیے مخلص بھی ہیں اور اسی اخلاص میں وہ خصوصی طور پر آپ (ﷺ) کی مجلس میں بھی جاتے ہیں۔ اگر اس نئے کلام میں کوئی خاص بات ہوتی تو وہ ضرور ان کی سمجھ میں آ جاتی۔ اب جب یہ لوگ وہاں جا کر اور اس کلام کو سن کر کہہ رہے ہیں کہ اس میں کچھ بھی خاص بات نہیں ہے تو یقیناً یہ لوگ سچ ہی کہہ رہے ہیں۔

﴿وَاِذْ ھُمْ نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۴۷﴾ ’’اور جب وہ علیحدگی میں سرگوشیاں کرتے ہیں، جب یہ ظالم (ایک دوسرے سے) کہہ رہے ہوتے ہیں کہ تم نہیں پیروی کر رہے ہو مگر ایک سحر زدہ شخص کی۔‘‘

ان میں سے کسی کے دل پر جب قرآن کی کوئی آیت اثر کرتی ہے اور وہ اس کا اظہار اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرتا ہے کہ ہاں بھئی محمد (ﷺ) نے آج جو فلاں بات کی ہے اس میں بہت وزن ہے، اس پر ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے تو ایسی صورت میں وہ فوراً اس کا توڑ کرنے کے لیے اپنے اس ساتھی کو سمجھانا شروع کر دیتے ہیں کہ جی چھوڑو! تم کہاں ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چل پڑے۔ اُن (ﷺ) کی باتوں پر کوئی سنجیدہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں۔

**آیت ۴۸** ﴿اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ﴾ ’’دیکھئے کیسے بیان کرتے ہیں یہ لوگ آپؐ کے لیے مثالیں‘‘

کبھی وہ آپؐ کو سحر زدہ آدمی کہتے ہیں، کبھی کاہن اور کبھی شاعر! دیکھیں کیسی کیسی بیہودہ باتیں کرتے ہیں اور اس میں بھی کسی ایک رائے پر اتفاق نہیں کر سکتے۔

﴿فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۝۴۸﴾ ’’چنانچہ وہ بھٹک گئے ہیں اور اب راہ یاب نہیں ہو سکیں گے۔‘‘

## فرمان نبویؐ

## لوگوں کی بات چوری چھپے نہ سنیں

عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ صَوَّرَ صُورَۃً عُذِّبَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یَنْفُخَ فِیھَا الرُّوحَ وَلَیْسَ بِنَافِخٍ فِیھَا وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلٰی حَدِیثِ قَوْمٍ وَلَا یُعْجِبُھُمْ أَنْ یُسْتَمَعَ حَدِیثُھُمْ أُذِیبَ فِی أُذُنِہِ الْآنُكُ وَمَنْ تَحَلَّمَ كَاذِبًا دُفِعَ إِلَیْہِ شَعِیرَۃٌ وَعُذِّبَ حَتّٰی یَعْقِدَ بَیْنَ طَرَفَیْھَا وَلَیْسَ بِعَاقِدٍ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص تصویر بناتا ہے اسے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا (اور اس سے کہا جائے گا کہ) اس میں روح پھونکے لیکن وہ اس میں روح پھونک نہ سکے گا جو شخص لوگوں کی بات چوری چھپے سنے اور انہیں اس کا سننا اچھا نہ لگتا ہو تو اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے اسے اس طرح عذاب میں مبتلا کیا جائے گا کہ اسے جو کا دانہ دیا جائے گا اور اس میں گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا لیکن وہ اس میں گرہ لگا نہیں سکے گا۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

**مرزا ایوب بیگ**

# اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

اقوام متحدہ نے زندگی کی اُنہتر بہاریں دیکھ لی ہیں اور سترویں برس میں قدم رکھ دیا ہے۔ حسب معمول ستمبر میں ریاستی اور حکومتی سربراہوں یا اُن کے نمائندوں کا میلہ نیویارک میں دھوم دھام سے سجایا گیا۔ بیسویں صدی نے ابھی اپنا نصف بھی پورا نہیں کیا تھا جب ''لیگ آف نیشنز'' جنگ عظیم دوم میں ماری گئی اور اس جنگ کے فاتحین نے مل بیٹھ کر اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی۔ اقوام متحدہ نے جس طرح بڑی طاقتوں کے مفادات کا تحفظ کیا اور اُن کی من مانیوں کو جائز قرار دینے کے لیے راہ ہموار کی، اس پر بقایا کمزور دنیا کی طرف سے کوئی ردِعمل بھی سامنے نہ آ سکا۔ لہٰذا جب تک دنیا میں موجودہ نظام اور تہذیب غالب ہے، نیویارک میں قائم اس کا ہیڈ کوارٹر یوں ہی چمکتا دمکتا رہے گا اور وہاں ایسے میلے سجتے رہیں گے۔ طاقت کا ڈنکا بجتا رہے گا۔ بہرحال، اس سال بھی حسب معمول میزبان یعنی امریکہ کے صدر کے خطاب سے اس کا آغاز ہوا۔ ہمارے لیے اس خطاب میں دلچسپی کا پہلو یہ تھا کہ اسے سن کر ہمارا ذہن سینئر بش کی اُس تقریر کی طرف منتقل ہوا جو افغانستان میں سوویت یونین کی درگت بننے اور اُس کی شکست وریخت کے بعد صدام کا ہوا دکھا کر سعودی عرب اور بعض دوسرے عرب ممالک میں امریکی فوجوں کے لیے مستقل ٹھکانہ بنانے میں کامیابی کے بعد کی گئی تھی۔ اُس نے ایک تقریر میں نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح متعارف کروائی تھی۔ اِس ساری گفتگو کا لُب لباب یہ تھا کہ دنیا میں اب صرف اور صرف امریکہ کا حکم چلے گا، دنیا کو امریکی فیصلے قبول کرنا ہوں گے اور دنیا کو امریکی چاہت کو اپنانا ہوگا۔ اب دنیا میں کسی قوم کے زندہ رہنے کے لیے امریکی اطاعت لازم ہوگی۔ امریکی صدر کے ایک ترجمان نے یہ بھی کہا تھا کہ امریکہ اب ایک مست ہاتھی ہے، جو اس کے راستے میں آئے گا کچلا جائے گا جبکہ موجودہ امریکی صدر اوباما نے آج واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ کوئی ایک ملک اور اُس کی عسکری اور مالی قوت دنیا کے مسائل حل نہیں کر سکتی۔ ہم نے عراق میں مداخلت سے سبق سیکھا ہے۔ یہ واضح اعترافِ شکست ہے۔ یہ بیان بتاتا ہے کہ صرف تہائی صدی میں امریکیوں کی غلط فہمی دور ہوگئی اور طاقت کا نشہ بھی بہرحال کچھ نہ کچھ اترا ہے، اگرچہ ہنوز رسی جل گئی مگر بل نہ گیا کا معاملہ ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ صدر امریکہ نے عراق میں سیکھے سبق کا ذکر کیا ہے جبکہ جو خجالت، شرمندگی اور ذلت اُسے افغانستان میں اُٹھانی پڑی ہے، وہاں سے سیکھے ہوئے سبق کا اوباما نے سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان امریکہ کے گلے کی پھانسی بن گیا ہے، نہ اُس سے نگلا جا رہا ہے اور نہ اُگلا جا رہا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ برطانیہ اور سوویت یونین کی طرح امریکہ کی سپر میسی بھی افغانستان میں دفن ہوگی۔ دنیا کی طاقتور ترین جمہوریت کا یہ انجام اب نوشتۂ دیوار ہے۔ جہاں تک دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بھارت کا تعلق ہے، نریندر مودی جنرل اسمبلی سے خطاب تو نہیں کر سکے لیکن نیویارک میں اُنہوں نے ایک تقریب میں کہا ہے کہ سلامتی کونسل سمیت اقوام متحدہ میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ حقیقت میں مودی کا اس خواہش پر دم نکلا جا رہا ہے کہ بھارت کو سلامتی کونسل کا مستقل رکن بنایا جائے اور اُسے بھی ویٹو کا حق ملے۔ مودی کو اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل میں بس اتنی ہی اصلاح درکار ہے لیکن اُس کے راستے میں دیوارِ چین حائل ہے، وہ


ہفت روزہ

لاہور

## ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

21 تا 27 ذوالحجہ 1436ھ جلد 24
6 تا 12 اکتوبر 2015ء شمارہ 37

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے


''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

چین جواب پاکستان کے تعاون سے اکنامک کوریڈور بنا کر بھارت کے سینے پر مونگ دل رہا ہے۔ اقوام متحدہ کے اس اجلاس سے وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف بھی خطاب کر چکے ہیں۔ ہماری رائے میں لکھنے والوں نے اچھی تقریر لکھی اور پڑھنے والے نے بھی اچھی پڑھی۔ توقع کے مطابق اس مرتبہ اُنہوں نے ماضی سے ہٹ کر کھل کر کشمیر پر بات کی، فلسطینیوں پر ہونے والے ظلم وستم کا بھرپور ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ اُمت مسلمہ کو خاص طور پر نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اُنہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ مسئلہ کشمیر کے متعلق قرارداد پر عمل درآمد نہ ہونا اقوام متحدہ کی بہت بڑی ناکامی ہے۔ البتہ تقریر کے آغاز میں اقوام متحدہ کے کارناموں کی تحسین کرنا اور آخر میں یہ کہنا کہ وہ مکمل ناکام ہوئی ہے، اُس سے اُن کی تقریر میں ایک تضاد سامنے آیا ہے۔ بلوچستان میں بھارت کی مداخلت اور کراچی میں ''را'' کے کارناموں کا بھی کوئی ذکر نہیں ہو سکا۔ نواز شریف نے اپنے خطاب میں بھارت کو چار نکاتی امن فارمولہ پیش کیا: (1) 2003ء میں لائن آف کنٹرول پر ہونے والی جنگ بندی کے سمجھوتے پر عمل درآمد کیا جائے۔ (2) دونوں ممالک کسی بھی صورت میں طاقت کے استعمال کی دھمکی سے گریز کریں۔ (3) کشمیر سے افواج کی واپسی کے لیے اقدام کیے جائیں۔ (4) سیاچن سے دونوں ممالک غیر مشروط طور پر افواج نکال لیں۔ بہر حال، قومی نقطۂ نظر سے بحیثیت مجموعی یہ ایک اچھی تقریر تھی جسے قومی اور بین الاقوامی سطح پر سراہا گیا لیکن ...... اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ ...... پاکستان کو یا اُمت مسلمہ کو پندرہ کروڑ روپے مالیت کی اس تقریر سے عملی لحاظ سے کیا فائدہ ہوا یا آئندہ مستقبل میں کیا فائدہ ہوگا!

اُمت مسلمہ کو اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے (ایک رائے میں مسلمان حکمران سب کچھ سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتے) کہ اقوام متحدہ یا کوئی بھی عالمی ادارہ مسلمانوں کو تحفظ دینے کے لیے نہیں بنایا گیا تھا۔ عالمی حالات کا بغور جائزہ لیں تو بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی کہ اُمت مسلمہ عالمی قوتوں کا اصل ٹارگٹ ہے اور اُن کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ایسے ہونا بھی چاہیے، اس لیے کہ آج سرمایہ دارانہ نظام دنیا پر مسلط ہے، امریکہ اور اُس کے حواری اور حلیف یہ سمجھتے ہیں کہ اگرچہ آج اُمت مسلمہ نحیف ونزار ہے، اُس کے وجود میں سکت نہیں اور اُس کی حقیقت اسلام دشمن قوتوں کے سامنے ریت کی دیوار سے بھی کمزور ہے لیکن اسلام ایک نظریہ ہے جو ایسے نظام کی بات کرتا ہے جس میں عدل وانصاف ہے، مساوات ہے، اخوت ہے اور جہاد ایمانِ حقیقی کا رکنِ رکین ہے، لہٰذا مسلمانوں کے مردہ تن میں کسی وقت اس نظریہ کی بنیاد پر جان پڑ سکتی ہے۔ گویا غلبہ حاصل کرنے کا نصاب اور نسخہ موجود ہے، اس کی تعلیم اور اس کی بنیاد پر تربیت کی ضرورت ہے اُسے عملی تعبیر دینے کی ضرورت ہے جس سے کسی وقت بھی پانسہ پلٹ سکتا ہے۔ اُن کا سرمایہ دارانہ نظام انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کا بدترین ذریعہ ہے۔ اُس کا خاتمہ ہو سکتا ہے اس لیے اس جابرانہ اور ظالمانہ نظام کے بدنما چہرے کو جمہوریت کے میک اپ سے خوشنما اور خوبرو بنانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ محدود سوچ کی حامل انسانیت کو فریب دیا جا سکے۔ اقوام متحدہ اور اُس کی ''بے چاری'' سلامتی کونسل کو بھی باقی دنیا کو فریب دینے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر سرمایہ دارانہ نظام دنیا میں مسلط رہتا ہے تو امریکہ کی عسکری قوت اور مغرب کی بدبودار اور بے حیا تہذیب کو شکست نہیں دی جا سکے گی، اُس کا غلبہ رہے گا۔ لہٰذا کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ سب سے پہلے نظری سطح پر یہ سمجھا جائے بلکہ اس پر مکمل یقین رکھا جائے کہ غیر اسلامی قوتوں میں سے جو براہ راست پنجۂ یہود کی گرفت میں ہیں اور جب تک رہیں گی، اُن کا مسلمانوں کا دوست ہونے کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے جیسے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے یا دریا کے دو کناروں کے ملاپ کی توقع کرنا۔ لہٰذا اُن کے فراہم کردہ لالی پاپ سے دور رہے خود اُمت مسلمہ متفقہ طور پر غور وفکر کرے کہ اس صورت حال سے کیسے نمٹا جائے۔ ادارہ خلافت کے ختم ہونے کے بعد مسلمان ممالک مکمل طور پر بٹے ہوئے ہیں۔ اُنہیں اپنے فروعی اختلافات ختم کر کے فی الحال کم از کم مشترکہ تھنک ٹینک بنانے چاہئیں جو غور وفکر کے بعد تجاویز دیں کہ کون سے مراحل طے کر کے مسلمانوں کا عالمی اتحاد قائم کیا جا سکتا ہے۔ آغاز میں یہ اتحاد سماجی سطح پر اور مسلمانوں میں مذہب کی طرف مراجعت کرنے کے لیے کام کرے، بعد ازاں سیاسی سطح پر اتحاد کا سوچا جائے۔ چاہے فی الحال یہ امر مجبوری قومی ریاستوں کو قائم رکھتے ہوئے سیاسی حوالے سے مشورہ ہو۔ ان کی دنیا میں سفارتی پالیسی ایک ہوتی چلی جائے، پھر کوئی ایسی سٹیج آ سکتی ہے کہ عسکری سطح پر بھی اتحاد ہو اور بالآخر خلافت کا ادارہ بھی بحال ہو جائے اور مسلمانوں میں مرکزیت قائم ہو جائے۔ تب اگر یہ اقوام متحدہ زندہ سلامت رہ گئی تو اُس میں سب سے بڑی قوت اُمت مسلمہ ہوگی۔ آج اسے یقیناً دیوانے کی بڑ کے سوا کیا کہا جائے گا لیکن یاد رکھیں فرد ہو، قوم ہو یا ملت صحیح سمت کی طرف پیش قدمی ہوگی تو منزل ملنے کی توقع ہوگی۔ فی الحال اگر چلنے کی قوت بھی نہیں ہے تو نیک نیتی سے اس منزل کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ وقت کے ساتھ ہمت عطا فرمائے گا۔ اگر کسی کو حج یا عمرہ کرنا ہے تو اپنے مقام سے عرب کی طرف چلیں گے تو خانہ کعبہ پہنچ سکیں گے، مخالف سمت میں چلنا اور یہ سمجھنا کہ کبھی نہ کبھی کسی معجزے سے منزل مل جائے گی، حماقت عظمیٰ ہوگی اور انجام کے حوالہ سے کبھی خیر بر آمد نہ ہو سکے گی۔ مسلمانوں کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ مسلمان ایک نظریاتی قوم ہے۔ یہ امت ایک نظریے سے جڑی ہوئی ہے لہٰذا مسلمان کے نزدیک اصل اہمیت نظریے کی ہے نہ کہ جغرافیائی حدود و قیود کی۔ آخر میں عالم اسلام خصوصاً اہل پاکستان کی خدمت میں علامہ اقبال کا یہ شعر پیش کرنا ضروری ہوگا۔

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

# قرآن مجید متقین کے لیے نصیحت ہے!

**مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 18 ستمبر 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص**

آج سورۃ الحاقہ کا دوسرا رکوع ہمارے زیر مطالعہ آئے گا۔ گزشتہ جمعہ میں نے عرض کیا تھا کہ اس سورت کا مرکزی مضمون انذارِ آخرت اور اثباتِ رسالت ہے اور رسالت کے ثبوت پر ایک بہت بڑی گواہی سابقہ اقوام کے حالات و واقعات ہیں جن سے اہل عرب خوب واقف تھے۔ قصص الانبیاء کے ضمن میں رسالت کا انکار کرنے والوں سے کہا جا رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کوئی نئے نویلے رسول نہیں ہیں...... سورۃ الاحقاف میں تو یہ مضمون صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ ’’(اے نبی ﷺ! ان سے یہ بھی) کہیے کہ میں کوئی نیا رسول تو نہیں ہوں‘‘...... بلکہ اُن سے پہلے کتنے ہی رسول اور انبیاء گزر چکے ہیں جن کی تاریخ اور ان کی قوموں کے احوال سے تم بخوبی واقف ہو۔ لہٰذا تمہارا محمد ﷺ کی رسالت کو نہ ماننا صرف ڈھٹائی پر مبنی ہے۔

دوسرے رکوع کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے‘ پہلے رکوع پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ سورت کے آغاز میں ایک چونکا دینے والے انداز میں قیامت کی قسم کھائی گئی اور پھر سابقہ رسولوں اور ان کی قوموں کا تذکرہ بہت ہی اختصار کے ساتھ ایک ایک‘ دو دو آیات میں کر کے یہ بتایا گیا کہ آخرت کا انکار کرنے والوں کو دنیا میں بھی قیامت کا سامنا کرنا پڑا۔ قیامت کے قائم ہونے پر یہ خود ایک بہت بڑی دلیل ہے اور اس کے علاوہ بھی بے شمار دلیلیں موجود ہیں۔ انسان کا ضمیر بھی تقاضا کرتا ہے کہ نیک لوگوں کو بہترین انعام ملنا چاہیے اور مظلوموں کی دادرسی کا بہترین سامان ہونا چاہیے‘ جبکہ ان کے مقابلے میں ظالموں کو عبرت ناک سزا ملنی چاہیے۔ اس دنیا میں تو ایسا نہیں ہو رہا‘ یہاں تو ظالم دندناتے پھر رہے ہیں اور مظلوموں کی دادرسی کا کوئی خاص انتظام بھی موجود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیکی و بدی اور خیر و شر کی جو تمیز رکھی ہے اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ایک ایسا عالم ضرور ہونا چاہیے جہاں ہر ایک کو اُس کے اعمال کے مطابق سزا و جزا ملے اور یہ سب قیامت کے دن ہوگا جہاں نیک لوگوں کو ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ خوشی سے سب کو دکھاتے پھریں گے اور مجرموں کو ان کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ روئیں گے اور کہیں گے: کاش! موت پر ہی خاتمہ ہو چکا ہوتا اور یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ پھر مجرموں کا جو

**مرتب: حافظ محمد زاہد**

انجام ہوگا اس کا ایک نقشہ بھی پہلے رکوع کے آخر میں کھینچا گیا ہے جس کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔

اس کے بعد اب دوسرے رکوع میں فرمایا جا رہا ہے:

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾﴾

’’تو میں قسم کھاتا ہوں اُس کی جو تم دیکھتے ہو اور اُس کی بھی جو تم نہیں دیکھتے ہو۔‘‘

کائنات کے بہت سے حقائق ایسے ہیں جن کا علم ہمیں حواسِ خمسہ کے ذریعے ہو جاتا ہے‘ لیکن بہت سے حقائق ایسے بھی ہیں جو مخفی ہیں۔ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس ہے جس کی نشانیاں تو ہر طرف موجود ہیں لیکن ذاتی طور پر وہ پردۂ غیب میں ہے۔

زیر مطالعہ آیت کے ضمن میں ہم دیکھتے ہیں کہ اُس وقت کیا کیا چیزیں کفارِ مکہ کے سامنے تھیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس کلام کو ایک ایسا شخص پیش کر رہا تھا جو مکہ کا انتہائی شریف النفس انسان تھا اور جس نے چالیس سال اس قوم میں گزارے تھے۔ پھر اسی قوم نے ان کو الصادق اور الامین کا خطاب دیا تھا کہ آپ ﷺ جھوٹ اور خیانت سے بالکل پاک ہیں۔ اب محمد ﷺ نے یہ کلام تم تک پہنچایا ہے اور بتایا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو کیا ایسے شخص سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ (معاذ اللہ) اللہ پر جھوٹ اور بہتان باندھ لے اور اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دے۔

اسی طریقے سے وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ کلام پہنچا کر آنحضور ﷺ کو کوئی دنیوی مفادات نہیں مل رہے‘ بلکہ ان کے ساتھ تو یہ سلوک ہو رہا ہے کہ کل تک سر آنکھوں پر بٹھانے والے آج انہیں (معاذ اللہ) گالیاں دے رہے ہیں۔ کوئی مجنون کہہ رہا ہے‘ کوئی شاعر کہہ رہا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ دیوانے ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اللہ کا پیغام پہنچانے میں انہیں کوئی ذاتی مفادات حاصل نہیں ہو رہے‘ اُلٹا انہیں اذیتیں دی جا رہی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ معاذ اللہ جھوٹ نہیں بول رہے۔ پھر وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ جو ان کی دعوت پر ایمان لے آتے ہیں تو ان کا کردار یک دم بدل جاتا ہے، وہ شرافت کا پیکر اور امانت و دیانت کا ایک نمونہ بن جاتے ہیں اور پھر ان کے ذریعے معاشرے میں خیر ہی خیر پھیلتا ہے۔

اسی طریقے سے انہیں خوب معلوم تھا کہ شاعری کی زبان کیا ہوتی ہے اور کاہنوں کا کلام کیسا ہوتا ہے۔ خاص طور پر سردارانِ قریش کا تو اپنا بھی بڑا ادبی ذوق ہوتا تھا اور انہیں خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ شاعری نہیں ہے، بلکہ یہ کچھ اور ہی کلام ہے‘ لیکن وہ بھی ڈھٹائی میں اس کا انکار کرتے رہے۔ اسی طرح یہ بات بھی ان کو

معلوم تھی کہ پورے عرب میں کوئی شخص ایسا فصیح و بلیغ نہیں ہے کہ جو اس کلام کے مقابلے میں یا اس کے قریب قریب بھی کوئی کلام پیش کر سکے۔

پھر وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ قرآن کا لب ولہجہ (diction) اور اس کا انداز اور ہے، جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال (جن کو ہم حدیث کہتے ہیں) کا انداز مختلف ہے۔ اسی لیے میں نے سورۃ القلم کی ابتدائی آیات کے مطالعہ کے ضمن میں کہا تھا کہ قرآن نے سردارانِ قریش پر اتنی سخت تنقید کی ہے اور ان کی برائیوں کو ایسا اُجاگر کیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ پوری طرح سے جھنجلا گئے ہوں گے، لیکن کسی نے یہ الزام نہیں لگایا کہ محمد ﷺ نے ہماری بے عزتی کی ہے اور ہمیں برا بھلا کہا ہے۔ کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی اس لیے کہ وہ اس کلام کے لب و لہجے کو پہچان رہے تھے کہ یہ واقعی اوپر سے نازل ہونے والا کلام ہے۔

قرآن کے اُس وقت کے مخاطبین ان تمام چیزوں کا شعور رکھنے والے تھے، لیکن بعض غیبی حقائق ایسے تھے کہ جن کے شواہد تو نظر آ رہے تھے، البتہ اصل حقائق ان کی نظروں سے اوجھل تھے۔ ان حقائق میں سے ایک حقیقت آخرت ہے جو اس وقت نظر تو نہیں آ رہی، لیکن عقلی طور پر ثابت ہے اور تمام نبی اور رسول اس کی خبر دیتے آئے ہیں۔ اسی طرح ایک بڑی حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کلام برحق ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے محمد ﷺ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝۴۰ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝۴۱ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۴۲ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۳﴾

”یہ قول ہے ایک رسولِ کریم کا اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ کم ہی ہے جو تم یقین کرتے ہو اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ کم ہی ہے جو تم غور کرتے ہو۔ اس کا اتارا جانا ہے تمام جہانوں کے رب کی طرف سے۔“

یہ باعزت کلام اللہ رب العزت کے بہت باعزت ایلچی حضرت جبریل امینؑ کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچا ہے۔ کفارِ مکہ اس کلام کو شاعرانہ کلام یا کاہن کی خبریں قرار دیتے تھے۔ شاعرانہ کلام اس لیے کہتے تھے کہ اس کے اندر ایک کشش ہوتی ہے اور وہ کلام اپنے سننے والوں پر اثر رکھتا ہے۔ کاہن کا کلام اس لیے کہتے تھے کہ کاہن لوگ عموماً غیب کی خبریں دیا کرتے تھے اور اس میں بھی غیب کی خبریں موجود ہیں تو اس مناسبت سے اسے کاہن کا قول قرار دیتے تھے۔ تو یہاں ان دونوں الزامات کی نفی کر دی گئی اور نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے اعلان کروا دیا گیا کہ یہ کسی شاعر یا کاہن کا کلام نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو حضرت جبریل کے ذریعے محمد ﷺ تک پہنچا ہے اور وہ بنی نوع انسان تک اس کلام کو پہنچا رہے ہیں۔

آیت 41 کے آخر میں ایک بہت بڑی حقیقت بیان کر دی گئی کہ یہ بات ان کفار کو معلوم ہے کہ رب العالمین کا یہ کلامِ برحق ہے، لیکن پھر بھی ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ دل تو مانتا ہے، لیکن زبان سے نہیں مانتے اور اس کے اندر ایک بہت بڑی رکاوٹ دنیوی مفادات ہیں۔ خاص طور پر صاحب حیثیت لوگوں کے سارے مفادات اس نظام کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں اور انہیں صاف نظر آ رہا ہوتا ہے کہ ان سب سے ہمیں محروم ہونا پڑے گا، تو یہ چیز رکاوٹ بنتی ہے۔ یہی مسئلہ سردارانِ قریش کے ساتھ بھی تھا کہ اگر ہم نے محمد ﷺ کو نبی اور رسول مان لیا تو ہم ان کے نیچے ہو جائیں گے۔ ابوجہل نے تو صاف کہا تھا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ محمد (ﷺ) جھوٹ بول رہے ہیں، بلکہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے اور ہمارے خاندان میں ایک مسابقت چل

**پریس ریلیز 2 اکتوبر 2015ء**

## اقوام متحدہ میں نواز شریف کا خطاب اچھا تھا لیکن اُمت مسلمہ کا مستقبل سنوارنے کے لیے میدان عمل میں اُترنا ہوگا

## اوباما کا یہ کہنا کہ کسی ایک ملک کی عسکری اور مالی قوت دنیا کے مسائل کو حل نہیں کر سکتی واضح طور پر اعتراف شکست ہے

## ہم نبی آخر الزمان کی اُمت ہیں اور اُن کا دیا ہوا کلچر ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے

**حافظ عاکف سعید**

اقوام متحدہ میں نواز شریف کا خطاب اچھا تھا لیکن اُمت مسلمہ کا مستقبل سنوارنے کے لیے میدان عمل میں اُترنا ہوگا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت دنیا مین ستاون اسلامی ممالک ہیں لیکن کسی ایک ملک میں بھی اسلامی نظام رائج نہیں۔ گویا وہ اللہ اور رسول ﷺ سے بغاوت کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ 160 کروڑ ہونے کے باوجود مسلمانوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظام ہی مسلمانوں کو قوت بخش سکتا ہے، اسی صورت میں اقوام عالم میں اُن کی آواز کو اہمیت دی جائے گی۔ اقوام متحدہ میں بارک اوباما کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ امریکہ کے صدر کا یہ کہنا کہ کسی ایک ملک کی عسکری اور مالی قوت دنیا کے مسائل کو حل نہیں کر سکتی واضح طور پر اعتراف شکست ہے۔ اس لیے کہ جب سینئر بش نے نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح متعارف کروائی تھی تو فرعونی انداز میں کہا تھا کہ اب امریکہ جو چاہے گا وہ دنیا میں ہوگا۔ اُس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ امریکیوں کی یہ غلط فہمی اب دور ہو گئی ہے۔ جس کا اوباما نے اعتراف کیا ہے۔ اُنہوں نے سینٹ کے چیئرمین رضا ربانی کے اس بیان کی شدید مذمت کی کہ پاکستان میں سندھ پنجاب اور دوسرے صوبوں کا کلچر قبول کیا جا سکتا ہے لیکن ہم عرب کلچر کو کبھی قبول نہیں کریں گے یہ ہم پر مسلط نہ کیا جائے۔ امیر تنظیم اسلامی نے اُن سے سوال کیا کہ عرب کلچر سے اُن کی کیا مراد ہے؟ ہم تو نبی آخر الزمان کی اُمت ہیں جو عرب میں مبعوث ہوئے اور اُن کا دیا ہوا کلچر ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

رہی ہے۔ اگر ہم نے ان کی نبوت کو مان لیا تو ہم ہمیشہ کے لیے ان کے تابع ہو جائیں گے اور یہ مجھے ہرگز گوارا نہیں ہے۔ اس قسم کے مفادات اور تعصبات تھے جو مکہ کے لوگوں اور بالخصوص سردارانِ قریش کے پاؤں کی بیڑیاں بن گئے تھے۔ ان بیڑیوں پر آیاتِ قرآنیہ کے ذریعے مسلسل ضرب لگتی رہی اور وہاں کے لوگ آہستہ آہستہ مسلمان ہوتے گئے اور پھر بالآخر فتح مکہ کے ساتھ قریش کی عظیم اکثریت مسلمان ہوگئی۔

بہرحال زیرِ مطالعہ آیات میں دوٹوک انداز میں واضح کر دیا گیا کہ یہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حضرت جبرائیلؑ نے سنا، پھر حضرت جبرائیلؑ سے حضرت محمد ﷺ نے سنا اور اب وہ لوگوں کو سنا رہے تھے۔ چنانچہ ایک لحاظ سے یہ جبرائیلؑ کا قول تھا اور دوسرے لحاظ سے حضور ﷺ کا قول۔

اگلی آیات بہت لرزہ طاری کر دینے والی ہیں اور ان کا ظاہری مفہوم واقعتاً دل کو دہلا دیتا ہے۔ اگر اس کلام کے اندر ہمارے نبی ﷺ نے اپنی طرف سے کوئی بات شامل کر دی تو یہ کتنا بڑا جرم ہوگا اور اس کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے کیا سزا ہوگی، یہ اگلی آیات کا موضوع ہے جن کا ترجمہ کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی ہے۔ لیکن اصل بات جاننے کی یہ ہے کہ آنحضور ﷺ اگر لوگوں کے ساتھ الصادق اور الامین تھے تو کیا وہ اللہ رب العزت کے معاملے میں کوئی ڈنڈی ماریں گے' معاذ اللہ' بایں طور کہ اپنی طرف سے کوئی کلام پیش کر کے کہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے، تو اس کا کوئی امکان سرے سے ہی نہیں ہے۔

اصل میں ان آیات کے اندر سختی ان لوگوں کے لیے ہے جو قرآن کو اللہ کا کلام ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ان سے کہا جا رہا ہے: بدبختو! تم ہمارے رسول کریم ﷺ کے مرتبے کو کیا سمجھو! کسی رسول کا یہ مقام نہیں ہے کہ وہ اپنے رب کے کلام میں اپنی طرف سے کوئی ملاوٹ کرے۔ بفرضِ محال اگر وہ اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر دیں تو یہ کوئی معمولی سا جرم نہیں ہے جس کا نوٹس نہ لیا جائے' بلکہ یہ تو اللہ کی نگاہ میں بہت بڑا جرم ہے اور اس کی سزا بھی بہت سخت ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿٤٧﴾﴾

"اور اگر یہ (نبی ﷺ) خود گھڑ کر بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم پکڑتے اس کو داہنے ہاتھ سے۔ پھر اس کی گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔"

اگرچہ یہاں الفاظ سخت ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کا جو مقام قرآن میں بیان کیا ہے وہ سامنے رکھیں تو بڑی تسلی ہو جاتی ہے۔ مثلاً سورۃ القلم میں فرمایا: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾﴾ "اور آپؐ یقیناً اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں"۔ سورۃ الانبیاء میں فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾﴾ "اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر"۔ آنحضور ﷺ کی مدح کا ذکر قرآن مجید میں جگہ جگہ ہوا ہے اور ان آیات میں پائی جانے والی سختی کا رخ کفار کی طرف ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اس بابرکت کلام سے فائدہ وہی اٹھائیں گے جن کے اندر خدا خوفی ہوگی:

﴿وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾﴾

"اور یقیناً یہ تو ایک یاددہانی ہے متقین کے لیے۔"

تقویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ نے خیر و شر کی جو تمیز انسان میں رکھ دی ہے انسان اس کا کچھ لحاظ کرتا رہے۔ سب کو پتا ہے کہ کسی کو دھوکا دینا غلط ہے' کسی کی مدد کرنا نیکی ہے۔ جھوٹ بولنا برائی ہے اور سچ بولنا اس کے مقابلے میں نیکی ہے۔ کسی کا مال غصب کرو تو اندر سے آواز آتی ہے کہ یہ غلط ہے۔ یہ اندر کی حس جس میں تھوڑی سی بھی زندہ ہے تو گویا اس میں ابھی تقویٰ کی بنیاد موجود ہے۔ لیکن کچھ ایسے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ ان کا دل تنگ ہو جاتا ہے، گناہ کر کر کے ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور ان کا ضمیر بھی مردہ ہو جاتا ہے۔ اگر انسان اس سطح تک پہنچ جائے تو پھر وہ اس قرآن سے بھی راہنمائی حاصل نہیں کر سکے گا' وہ محروم ہی رہے گا۔ البتہ جس کے اندر تھوڑی سی بھی خدا خوفی ہے' نیکی اور بدی کا احساس اور اس کا شعور موجود ہے اور اس کا ضمیر بھی بیدار ہے تو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اگلی آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ جو لوگ آپؐ کی رسالت کے انکاری ہیں' یہ قرآن ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا اور اُن کا یہ انکار قیامت کے دن ان کے لیے حسرت کا باعث بن جائے گا۔ فرمایا:

﴿وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٥٠﴾﴾

"اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ جھٹلانے والے بھی ہیں۔ اور یقیناً یہ کافروں کے لیے حسرت کا باعث بن جائے گا۔"

جو لوگ آپ ﷺ کو جھٹلانے والے ہیں تو قرآن ان پر اثر نہیں کرتا۔ وہ اتنے ڈھیٹ بن گئے ہیں کہ آپؐ کی تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت تو وہ بڑے خوش ہو رہے ہیں کہ ڈھیٹ بن کر انکار کر رہے ہیں' مخالفت میں پیش پیش ہیں اور آنحضور ﷺ کو ذہنی طور پر اذیتیں پہنچانے کے لیے بھی بہت کچھ کر رہے ہیں' لیکن بالآخر یہی چیز ان کے لیے حسرت بن جائے گی۔

﴿وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ﴿٥١﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٥٢﴾﴾

"اور یقیناً یہ (قرآن) بالکل یقینی حق ہے۔ پس آپؐ تسبیح کیجیے اپنے رب کے نام کی جو کہ بہت عظمت والا ہے۔"

کئی سورتوں میں خطاب کا رخ آنحضور ﷺ کے ذریعے سے مسلمانوں کی طرف ہوتا ہے تو یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہیے، یعنی بالواسطہ مسلمانوں سے بھی کہا جا رہا ہے کہ تمہارے لیے بھی یہی راستہ ہے کہ تم بھی اپنے رب کی تسبیح کرتے رہو جو بہت عظمت والا ہے...... جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع کے اندر شامل کرو۔ چنانچہ ہم اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے ہیں' وہ گویا اسی حکم کی تعمیل ہے۔

اسی کے ساتھ سورۃ الحاقہ اپنے اختتام کو پہنچی۔

آئندہ ہم ان شاء اللہ سورۃ المعارج کا مطالعہ کریں گے۔

☆☆☆

**حقیقت میں یہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سنا' پھر حضرت جبرائیلؑ سے حضرت محمد ﷺ نے سنا اور اب وہ لوگوں کو سنا رہے تھے۔ چنانچہ ایک لحاظ سے یہ جبرائیلؑ کا قول تھا اور دوسرے لحاظ سے حضور ﷺ کا قول۔**

# ایک دیے سے شگاف

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

آخری ادوار کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان (صاحبِ ایمان) کے لیے زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہوگا۔ قبر کے پاس سے گزرے گا اور (ایمان سلامت لے کر) دنیا سے چلے جانے والوں پر حسرت کرے گا کہ تہی اچھے رہے! نیز یہ بھی کہ ایمان پر قائم رہنا ہتھیلی پر انگارہ رکھے جانے کے برابر ہوجائے گا۔ اس دور کا آغاز 2001ء سے ہو چکا۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی شدتیں مسلمان کے لیے کچھ کم نہ تھیں مگر آپ آج کی دنیا کو جس طرح سرتاپا پاگل اور دیوانہ ہوئے دیکھ رہے ہیں، یہ مرگ انبوہ اور انسانوں کے ساتھ عقل کا بھی قتلِ عام یوں تو نہ تھا۔ جب صورت حال یہ ہو کہ حیا باختگی لائق فخر گردانی جائے۔ امریکہ نہ صرف یہ کہ ملکی قانون میں ہم جنس شادی کی اجازت دے دے بلکہ یہ بھی کہ دو مردوں کا نکاح پڑھانے سے انکار پر پادری کو سزا سنادی جائے۔ بشار الاسد کو پوری دنیا کی طاقتوں نے کُھل کھیلنے کی بھرپور اجازت دی کیونکہ وہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا۔ پورا شام جنگ کی آگ میں بھڑک اٹھا۔ مشرقی تیمور جھٹ پٹ بنا دینے والی اقوام متحدہ اور جنوبی سوڈان میں فوری فیصلے صادر کرنے والے شام میں نرے تماش بین بنے رہے۔ اب جب دیوانہ وار لوگ وہاں سے نکلے ہیں تو جرمنی پناہ دے رہا ہے۔ یہ وہی مرکل (جرمن چانسلر) ہیں جنہوں نے پہلے مسلمانوں کو جرمن تہذیب میں ڈھل جانے کا حکم دیا تھا اس دھمکاوے کے ساتھ کہ ورنہ جرمنی چھوڑ دیں۔ اب جرمنی میں افرادی قوت کے بحران کی وجہ سے شامی (نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شائستہ) آبادی کو بھرپور خوش آمدید کہا جارہا ہے۔ لگے ہاتھوں مجبور پناہ گزینوں کو عیسائی بنانے کی خبریں اور تصاویر بھی چھپ رہی ہیں۔ مغرب کا نفسِ ناطقہ چارلی ایبڈو کے دو نہایت کریہہ کارٹونوں کی شکل میں سامنے آگیا ہے جس میں معصوم بچے ایلان کردی اور اس کے بھائی کے ڈوبنے کا بے رحمانہ مذاق اڑایا ہے۔ اس قیامت کے اسباب (بشار الاسد کا ظلم و جبر) دور کرنے پر ایک حرف بھی نہیں۔ آگ بدستور بھڑک رہی ہے! افغانستان میں قائم پُر امن سکینت بخش (ملا عمرؒ کی) حکومت الٹا کر پورے ملک پر آتش و آہن برسا کر انہیں 2 سروں والی بلا جمہوریت دے دی۔ عبداللہ عبداللہ اور اشرف غنی۔ خون کی ندیاں بہا کر اب امریکہ کہتا ہے افیون کی کاشت ختم کرنا مشکل ہے۔ حالانکہ ملا عمر کا صرف ایک حکم افغانستان کے طول و عرض میں افیون کی کاشت ختم کرنے کو کافی تھا۔ تمہاری دانائیاں فساد پھیلانے، آگ بھڑکانے کا فریضہ پوری دنیا میں سرانجام دینے ہی کے لائق ہیں۔ افغانستان کا ہر شعبۂ زندگی فساد سے بھر دیا۔ ملکی دولت لوٹنے اجاڑنے والا پیٹرو کرزئی سیٹ اپ اور موجودہ بھی۔ ملک عیاشی، کرپشن، انتشار، بے حیائی سے بھر دیا۔ یہی شاہکار ہے تیرے ہنر کا! ترقی اور خوشحالی کے فریب میں یہ دجالی کانٹے ہر جا بوئے جا رہے ہیں۔ دنیا میں لائق تعریف کون ہے؟ مصر کا جنرل السیسی۔ جس کی تباہ کاریوں سے پورا مصر سِسی کراٹھا ہے۔ رابعہ عدویہ سانحے میں دو ہزار نہتے مظاہرین کا قتلِ عام کرنے والا (مغربی جمہوریت کے اجزاء میں سے مظاہرہ کرنا جمہوری حق بتایا جاتا ہے!)۔ ان پر بلڈوزر چڑھا کر بے ہنگم غارتگری کے ریکارڈ قائم کرنے والا۔ اخوان کو ان کے اسلام کی سزا دینے کے لیے انہیں حراستی مراکز اور جیلوں میں ٹھونس کر ان پر امریکہ کی خوشنودی کے لیے پھانسی کی سزائیں لاگو کرنے والا۔ یہ دہشت گردی کی نام نہاد جنگ کا قاتل ہیرو ہے۔ سو اسے اب نوبل امن انعام کے لیے نامزد کر دیا ہے۔ عمرو ابن العاصؓ کے مصر کو فرعون کا مصر بنانے پر یہ نامزدگی ہوئی ہے۔ اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے فنون نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ مسلمان کو مارنا سب سے بڑا فن ٹھہرا۔ اسی پر سارے انعامات، ساری ایڈ (امداد!) سارے تمغے ہیں۔

السیسی کا کارنامہ یہ بھی تو ہے کہ دنیا کے مظلوم ترین فلسطینی مسلمانوں پر زندگی کا دائرہ مزید تنگ کرنے کو اس نے ہولناک منصوبہ بنایا ہے جس پر دھڑا دھڑ کام ہو رہا ہے اور دنیا کے کان پر جوں نہیں رینگی۔ وہ یہ کہ مصر اور غزہ کے درمیان، اہلِ غزہ کی معاشی زندگی کی شہ رگ پر السیسی گہری خندقیں کھود رہا ہے۔ اس میں سمندر کا کھارا پانی چھوڑے گا پائپ لائنوں سے لا کر۔ اسی پر بس نہیں۔ ان میں خونخوار مگرمچھ چھوڑے گا۔ اس پر بھی اقوام متحدہ کی فنون کمیٹی کو مگرمچھ کے آنسو تک نصیب نہ ہوئے۔ الٹا نہنگوں کی دنیا کے اس ہیرو کو امن نوبل انعام کے لائق سمجھا گیا! یاد کیجیے۔۔۔ نبی صادق ﷺ بتا چکے کہ فتنۂ دجال جھوٹ، فریب، ظاہر کچھ اور کرنے اور باطن کچھ اور ہونے کا دورہ ہوگا۔ سو امن مگرمچھوں سے قائم ہوگا۔ شہریوں پر بلڈوزر، گن شپ ہیلی کاپٹروں سے بھون ڈالنے سے مصر گہوارۂ امن بنا! اسرائیل بغلیں بجا رہا ہے، اہلِ غزہ کی اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھ دائرہ زندگی تنگ ہونے پر۔ یاد کیجیے کہ قرآن میں اللہ منافقین پر کس درجے غضب ناک ہے۔ کفار سے زیادہ سخت عذاب کی وعید اور نبی کریم ﷺ کی ستر مرتبہ کی استغفار بھی ان منافقین کے لیے قبول نہ ہونے کی وعید۔ (النساء۔ توبہ) غزہ اور شام کے گردو پیش کی مسلم دنیا اور اہلِ منصب و ثروت کیا کر رہے ہیں، وہ بھی دیکھ لیجیے۔ مشرق وسطیٰ کی دولت تو پوری امت کی امانت ہے اگر سرمایۂ تفسیر و حدیث کھول کر استفادہ کر لیا جائے! لیکن ایک طرف مغرب نے اپنے مفادات کی خاطر پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ دوسری جانب مقامی امراء کی شاہ خرچیاں ملاحظہ ہوں۔ متحدہ عرب امارات کے خاندان نے اپنی بیٹی کی سالگرہ کے لیے 8 ارب ڈیڑھ کروڑ روپے کا 6 فٹ لمبا کیک لندن سے بنوایا ہے۔ یہ ڈیزائنر سے بنوایا گیا جڑاؤ کیک ہیرے جواہرات سے مزین ہے۔ کیک کیا ہے، کیٹ واک کے ریمپ پر کیکی حسینائیں اور کیکی تماشائی براجمان ہیں۔ اور دنیا بھر میں اس کیک اور ریمپ کے تماشائی غزہ، کشمیر، شامی مہاجرین، برما کے بے سروسامان بلکتے مسلمان۔ روٹی کے نوالوں سے محروم مسلم دنیا کے کروڑوں بچے! کیسے زمین کا پیٹ ذی شعور کے لیے بہتر نہیں ہو چکا؟ ہماری آنکھیں بے حسی کے کیا کیا مناظر دیکھیں گی؟ پڑھتا جا شرماتا جا! ادھر پاکستان میں بھارت مسلسل دندان آز تیز کر رہا ہے۔ پاکستان کو زک پہنچانے کا شیدائی مودی جاری و ساری ہے۔ ادھر ہم نئی دہلی میں اپنی شان بہ انداز دگر دکھا رہے ہیں! بھارت میں ہونے والا ہفتۂ شانِ پاکستان دیکھیے۔ نئی دہلی کے مہنگے ہوٹل کے سٹیج پر راگ رنگ اور پاکستانی لڑکیوں کے برہنہ بازو اور

ٹانگوں کی شان زیرِ نمائش ہے جو اصلاً دوقومی نظریے کو زیرو زبر کرنے کا اہتمام ہے۔ ڈریس شو جس میں سب ہی کچھ ہے سوائے ڈریس کے۔ ایک ریمپ یو اے ای کی شہزادی نے سجایا، دوسرا پاکستانی شہزادیوں نے۔ اندرا گاندھی یہ کہہ گئی تھی کہ ہم نے دوقومی نظریہ بحرِ ہند میں ڈبو دیا۔ اب ہفتۂ غرقابی یہ پاکستانی ماڈلز منا رہی ہیں۔ سفیر صاحب سرکاری سرپرستی اور آشیرباد کے اظہار کے لیے ہمراہ سٹیج پر موجود ہیں۔ دھوم دھام سے منائے گئے یوم آزادی اور 6 ستمبر کی گھن گرج ہنوز کانوں میں موجود ہے جس پر مٹی ڈالنے، تجہیز و تکفین کا یہ اہتمام کیا گیا ہے؟ اس مادر پدر، شتر بے مہار آزادی، اللہ رسول ﷺ اور اسلام کی ساری حدود وقیود توڑ پھینکنے کو یہ ملک بنا جس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟ بھارتی برہنگی، ہندو برہنگی کے مقابل پاکستانی بیٹیوں کی برہنگی کی نمائش؟ اور وہ جو واقعتاً پاکستان کا نام بلند کرنے والی لائق فائق بیٹی تھی، ڈاکٹر عافیہ صدیقی، اسے ہم نے ظالم جابر جاہل امریکہ کے ہاتھ بیچ دیا اور پلٹ کر نہ پوچھا؟ اس لیے کہ وہ امت کے غم میں گھلنے والی، مظلوم مسلمانوں کی داد رسی (بوسنیا، چیچنیا) کی مہمات چلانے اور 30 ہزار قرآن (تعلیم عام کرنے کے لیے) ان پڑھ امریکیوں میں تقسیم کرنے کی مجرم تھی؟ غم تو یہ ہے کہ سابق امریکی سینیٹر مائیک گریول نے عافیہ کے مقدمے کو ناانصافی قرار دیتے ہوئے اوباما سے اس کی رہائی کی اپیل کی ہے، مگر پاکستان کے امریکہ دوست نجات دہندگان میں سے کوئی ایک بھی یہ فرض ادا نہ کر سکا! امن کی علامت السیسی، آزاد پاکستان کی علامت کیٹ واکنیاں، مال و دولت کا مصرف جڑاؤ کیک اور ہمارے کھانے کو وافر مقدار میں (ٹنوں) میسر تازہ بہ تازہ گدھے کا گوشت! دل جلانے کا دیگر سامان جس سے ذی شعور انسان باربی کیو کی خوشبو دینے لگے، روزانہ کی بنیاد پر سکینڈلز کا طشت از بام ہونا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ وہی پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم تو ہے جسے پرویز مشرف نے این آر او کے زمزم سے نہلا دھلا کر مسند اقتدار پر بٹھایا۔ کراچی میں متحدہ کی فائرنگ اور اس کے نتائج پر پرویز مشرف نے اسلام آباد میں فتح کا جشن منایا تھا۔ اب سرخیاں بہت بڑی ہیں لیکن استثناء کل اور آج حاصل ہے تو بابائے این آر او پرویز مشرف کو۔ نادانستگی میں یہ ناگفتنی ہم کہہ گئے۔

اس تیرگی میں ایک دیے سے شگاف کر
کوئی تو کام تو بھی ہوا کے خلاف کر!

☆☆☆

# اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج، مسلم!

**بنت اسرار**

دنیا کی لذتوں میں کھویا ہوا ہے مسلم — ذلت کی پستیوں میں ڈوبا ہوا ہے مسلم
اپنی خودی کی لذت بھولا ہوا ہے مسلم — بے غیرتی کا جامہ پہنے ہوئے ہے مسلم
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج، مسلم!

خود غرضیوں کی چادر اوڑھے ہوئے ہے مسلم — مسلم کی بے بسی پر بے بس ہے خود مسلم
یہ مسکنت ہے یا پھر بے چارگی ہے اس کی — کیا خوف موت کا ہے یا بے یقیں ہے مسلم
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج، مسلم!

کیا ہوگیا ہے اس کو، کیوں ہے یہ آج رسوا؟ — بے چین و مضطرب ہے کیوں! آج یہ بھی سن لو
سنت خدا کی اس پہ لاگو ہوئی ہے! جاگو — خود اپنے ہی کیے سے رسوا ہے آج مسلم
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج، مسلم!

اُس نے خدائے واحد پہ اعتماد کھویا — غیروں کے آسرے پر اپنا یقین کھویا
اس کو بنا کے اپنا، اپنا خدا بھلایا — غیروں کی غیریت نے یہ دن دکھائے! مسلم
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج، مسلم!

کشمیر میں جو خونی چادر بچھی ہوئی ہے — اور فلسطین میں قتل و غارت گری ہوئی ہے
یہ انبیاء کے مسکن!! مسلم کے یہ نظارے!! — ہائے ہماری شامت! ہائے یہ کیسا مسلم!
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج، مسلم!

یہ سب ہمارے ہاتھوں کی ہے کمائی — ان بھیڑیوں کے ہاتھوں مسلم نے منہ کی کھائی
بے رحم خونی پنجے گردن پہ ہیں ہمارے — مانندِ آب ارزاں تیرا لہو ہے، مسلم
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج، مسلم!

گر آج پھر دوبارہ ہو جاؤ متحد تم — بن جاؤ حق کے بندے، بن جاؤ اسؐ کی اُمت
غیروں کو چھوڑ کے تم قرآن کو سنبھالو — دنیا کو چھوڑ کے تم آخر میں گھر بنالو
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج، مسلم!

مرنا تو ایسے بھی ہے، ویسے بھی تم مرو گے — ایسے ذلیل ہو کر، ویسے شہید ہو کے
یہ زندگی ہے ناری، وہ زندگی ہے نوری — یہ زندگی ہے فانی، وہ دائمی ہے مسلم!
کہتی ہے تم کو بنتِ اسرار آج پھر سے
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج، مسلم!

# تشدد مسائل کا حل نہیں!

## 22 ستمبر 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

☆ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: دفاعی تجزیہ نگار' تنظیم اسلامی
☆ ایوب بیگ مرزا: ناظم نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی

میزبان: وسیم احمد

**سوال**: ضربِ عضب اور نیشنل ایکشن پلان کی وجہ سے دہشت گردی کے واقعات میں نمایاں کمی آئی ہے لیکن بڈھ بیر ایئر بیس پر حملے سے لگتا ہے آگ دبی ہوئی سمجھ' بجھی ہوئی نہ جان۔ کیا یہ واقعہ سکیورٹی lapse تھا؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: یہ حملہ sporadic واقعات میں سے ایک تھا۔ ضرب عضب کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ آخری مراحل میں ہے۔ قبائلی علاقوں سے دہشت گردوں کے ٹھکانے ختم کیے جا رہے ہیں۔ البتہ نیشنل ایکشن پلان میں پوری قوم نے انوالو ہونا تھا۔ سیاسی حکومت نے کچھ فیصلے کرنے تھے۔ اس میں ابھی بہت سی کمی ہے۔ یہ پلان پوری طرح لاگو نہیں ہوا۔ پشاور ٹرائبل ایریاز کے ساتھ ملحق ہے۔ وہاں پر سرحد پار سے دہشت گردوں کا آنا آسان ہے۔ رپورٹس کے مطابق' یہ حملہ افغانستان سے باقاعدہ کنٹرول ہو رہا تھا۔ نیشنل ایکشن پلان پچھلے سال دسمبر میں آرمی پبلک سکول پر حملہ کے بعد شروع ہوا تھا۔ ان دس مہینوں میں کافی کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں۔ تاہم' اس عرصے میں دہشت گردی کا کوئی بڑا واقعہ نہ ہونے کی وجہ سے شاید تھوڑی سی slackness آ گئی ہو۔ بڈھ بیر ایئر بیس پر ڈھائی ہزار سے زیادہ افراد موجود تھے۔ حملہ آوروں نے ایف سی کی یونیفارم پہنی ہوئی تھی' اس کے باوجود ان کو reception ایریا ہی میں contain کر لیا گیا۔ یعنی کوتاہی بس ایک چیک پوسٹ کی حد تک ہوئی ہے' اس کے آگے وہ نہیں جا پائے۔ جب تک سیاسی حکومت نیشنل ایکشن پلان پر پوری طرح عمل درآمد نہیں کرتی اور اس میں عوام کو انوالو نہیں کرتی' ایسے واقعات رونما ہونے کے امکانات موجود رہیں گے۔ اس حوالے سے زیادہ الرٹ رہنے کی ضرورت ہے۔

**سوال**: پاکستانی اداروں کا کہنا ہے کہ یہ حملہ افغانستان سے کنٹرول کیا گیا جبکہ اشرف غنی کے ترجمان کہتے ہیں کہ ہماری سرزمین استعمال نہیں ہوئی۔ اصل حقیقت کیا ہے؟

**ایوب بیگ مرزا**: پہلے میں بریگیڈیئر صاحب کی بات میں کچھ اضافہ کروں گا۔ اگر حساس علاقوں میں اور حساس اداروں میں کوئی سانحہ رونما ہو جاتا ہے تو یہ سکیورٹی lapse میں شمار ہو گا۔ نائن الیون کے بعد امریکہ میں دہشت گردی کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ ایسا نہیں ہے کہ لوگوں نے کوشش نہیں کی۔ کوششیں کی گئیں لیکن وہ ناکام ہوئیں۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے ہاں سکیورٹی lapse ہو جاتے ہیں۔ جب روٹین کی زندگی واپس آ رہی ہو تو غفلت سی طاری ہو جاتی ہے۔ آدمی تھوڑا سا بے فکر ہو جاتا ہے اور ڈیوٹی کو اس طرح ادا نہیں کرتا جس طرح کیا جانا

مرتب: محمد خلیق

چاہیے۔ اگر بغیر نمبر پلیٹ کے ایک گاڑی سارا پشاور گزر کر آتی ہے تو وہ کیوں چیک نہیں ہوئی؟ یہ کے پی کے حکومت کی نااہلی ہے جو سامنے آئی۔ اگر جعلی نمبر پلیٹ ہوتی تو پھر بھی کوئی بات تھی' لیکن بغیر نمبر پلیٹ کی گاڑی کو تو بڑی آسانی سے پکڑا جانا چاہیے تھا۔

آپ کے دوسرے سوال کے حوالے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اشرف غنی کا بیان آسمان کے نیچے اور زمین کے اُوپر سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ٹی ٹی پی کی ساری قیادت افغانستان میں موجود ہے۔ وہ لوگ کیمپوں میں لوگوں کو ٹریننگ دیتے ہیں اور وہاں سے لوگ آتے ہیں۔

**سوال**: پچھلے واقعات میں ''را'' کا نام لیا گیا تھا لیکن اب صرف افغانستان کا نام لیا گیا؟

**ایوب بیگ مرزا**: پس پردہ اس میں بھی یقیناً ''را'' ہو گی۔ البتہ جو شواہد سامنے آئے' جو کالز ٹریس کی گئیں اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حملہ افغانستان سے کنٹرول کیا گیا۔ اشرف غنی نے اس طرح کا بیان ہماری عسکری قیادت کے تیور دیکھنے کے بعد دیا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ اب اس حوالے سے پاکستان کی طرف سے بھی کوئی سریس ایکشن ہو گا۔ جب آرمی چیف اور ایئر چیف کی آپس میں ملاقات ہوئی ہے اور انہوں نے یہ کہا کہ اب ہم اس معاملے میں کوئی فیصلہ کن اقدام کریں گے' اس کے بعد اشرف غنی کا بیان آیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ پاکستان کو اس کا بھرپور جواب دینا چاہیے۔

**سوال**: بھرپور جواب سیاسی سطح پر یا عسکری سطح پر؟

**ایوب بیگ مرزا**: جس چیز کی کمی ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ حکومت اپنا کردار ادا نہیں کر رہی۔ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ بارڈر کے ساتھ ''را'' کے 16 کیمپ یعنی قونصل خانے قائم ہیں۔ ان کا کیا مقصد ہے؟ افغانستان کے بارڈر پر کتنی تجارت ہوتی ہے؟ قونصل خانے صرف پاکستان میں دہشت گردی کروانے کے لیے کام کرتے ہیں۔ اس بات کو سفارتی سطح پر ساری دنیا کے سامنے صحیح طریقے سے نہیں اُٹھایا گیا۔ سیاسی حکومت کی طرف سے یہ ہونا چاہیے تھا۔

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: اگر بھارت کی ٹرانزٹ ٹریڈ کا حساب لگایا جائے تو جلال آباد میں ایک قونصل خانہ ہی کافی ہے۔ انہوں نے ہر شہر میں اپنا قونصل خانہ کھولا ہوا ہے' جس کا مطلب ہے کہ وہ ویسٹرن بارڈر کو بھی گرم رکھنا چاہتے ہیں۔ تاریخی طور پر افغانستان کے ساتھ ہماری ڈھائی ہزار میل لمبی سرحد ہے۔ مسلمان ہونے کے باوجود افغانستان واحد ملک تھا جس نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی تھی۔ یہ بارڈر برطانوی دور سے undefined رہا ہے۔ اسے

> اس بات کے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ بڈھ بیر ایئر بیس پر حملہ افغانستان سے کنٹرول کیا گیا۔ پاکستان کو اس کا بھرپور جواب دینا چاہیے۔

ڈیورنڈ لائن کا نام دیا گیا۔ یہ دراصل ان کا برطانیہ کے ساتھ بقائے باہمی کا ایک معاہدہ تھا' جسے بعد میں پاکستان اور

افغانستان کی حکومتوں نے قائم رکھا۔ افغانستان میں کبھی بھی پاکستان دوست حکومت قائم نہیں رہی ماسوائے طالبان دور کے۔ اس وقت پاکستان چاہتا تھا کہ ڈیورنڈ لائن define ہو جائے لیکن انہوں نے بھی پاکستان سے اس معاملے پر کوئی باقاعدہ معاہدہ نہیں کیا۔ یہ porous بارڈر ہے۔ نائن الیون کے بعد امریکی فوجیں وہاں رہیں لیکن اس دوران میں ہم وہ بارڈر سیل نہیں کر سکے۔ ڈرون حملے بھی اسی بنیاد پر ہوتے رہے کہ وہ کہتے تھے ہم تو افغانستان میں کارروائی کر رہے ہیں۔

**ایوب بیگ مرزا**: اب عمران خان نے مطالبہ کیا ہے کہ قبائلی علاقوں کو کے پی کے کا حصہ بنایا جائے۔ صورت حال ایسی ہے کہ اگر یہ وہاں پر اپنی رٹ قائم کرنا چاہتے ہیں تو اس کو صوبے میں شامل کرنا پڑے گا۔ وہاں صوبائی حکومت کا عمل دخل ہونا چاہیے اور انہیں تمام مراعات اور

> نیشنل ایکشن پلان کے دوسرے حصے پر عمل درآمد کے حوالے سے حکومت اور عسکری قیادت میں اختلافات ہیں۔ سیاست دان سمجھتے ہیں کہ بددیانتی اور کرپشن کرنا ہمارا پیدائشی' ازلی' ابدی حق ہے

فنڈز ملنے چاہئیں۔

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: اگر بارڈر defined ہی نہیں ہے تو وہاں ڈیمارکیشن کیسے ہوگی؟ امریکہ نے کہا تھا کہ باڑ لگا دی جائے۔ ڈھائی ہزار میل لمبی سرحد پر باڑ لگانا کوئی آسان کام نہیں! دراصل شروع سے پاکستان کا فوکس بھارت کی طرف رہا۔ مغربی سرحد سے ہمیں کوئی بڑا خطرہ نہیں رہا۔ یہ تو نائن الیون کے بعد ہمارے لیے مسئلہ بنا ہے۔

**سوال**: کیا ہماری سیاسی قیادت نیشنل ایکشن پلان کی حمایت مجبوراً کر رہی ہے؟ ایسے میں ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ کیسے ہوگا؟

**ایوب بیگ مرزا**: یہ بات جزوی طور پر درست ہے۔ نیشنل ایکشن پلان کے دو حصے ہیں۔ ضرب عضب ان لوگوں کے خلاف ہے جو بارود کی زبان بولتے ہیں۔ اس معاملے میں وفاقی حکومت اور عسکری قیادت ایک پیج پر ہیں۔ نیشنل ایکشن پلان کے دوسرے حصے میں بدعنوان سیاست دانوں اور افسروں کو پکڑا جا رہا ہے۔ اس معاملے میں اگر عسکری قیادت کا رُخ شمال کی طرف ہے تو سیاسی قیادت کا رُخ جنوب کی طرف ہے۔ پہلے حصے میں تو باہمی مفاہمت ہے' لیکن دوسرے معاملے میں سیاست دان کہتے ہیں کہ ہمیں نہ چھیڑیں کیونکہ بددیانتی اور کرپشن کرنا ہمارا پیدائشی' ازلی' ابدی حق ہے۔ عسکری قیادت کو یہ بات کہی گئی کہ آپ اپنے دائرے میں رہیں۔ آپ کو تو یہ ٹاسک دیا گیا تھا کہ دہشت گردوں کے خلاف ایکشن کریں' آپ نے یہ کیا پکڑ دھکڑ شروع کر دی ہے! اس پر انہوں نے بڑا معقول' وزنی اور مدلل جواب دیا کہ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جو ناجائز پیسہ کمایا جا رہا ہے اور کروڑوں' اربوں کے غبن ہو رہے ہیں اس کا بہت بڑا حصہ دہشت گردی کی طرف finance ہو رہا ہے' لہٰذا یہ ضرب عضب ہی کا حصہ ہے۔

**سوال**: سی ٹی ڈی نے بعض سابق رفقاء تنظیم اسلامی کو لاہور اور کراچی سے گرفتار کیا ہے۔ کیا یہ لوگ بھی دہشت گردی کی کسی کارروائی میں ملوث تھے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: اس معاملے میں میڈیا میں تھوڑا سا خلط مبحث ہوا ہے۔ یہ سلسلہ صفورا گوٹھ کے واقعے سے شروع ہوا تھا۔ اس کے بعد گرفتار کیے گئے کچھ افراد کے بیان پریس میں آئے' جن سے ظاہر ہوا کہ کسی مرحلے میں ان کا اُٹھنا بیٹھنا ایسے لوگوں کے ساتھ رہا جو تنظیم کے سابق رفقاء تھے۔ حال ہی میں جن دو لوگوں کا نام آیا ہے' انہوں نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اختلافات کے باعث 2008ء میں ان کا تنظیم اسلامی سے اخراج کر دیا گیا تھا۔ جو لوگ دہشت گردی میں ملوث پائے گئے ان کے حوالے سے بھی سی ٹی ڈی کی رپورٹ یہ ہے کہ ان کی ذہن سازی کی جاتی رہی ہے۔ وہ براہ راست دہشت گردی میں ملوث نہیں تھے بلکہ ان کے روابط ایسے لوگوں کے ساتھ تھے جنہوں نے ان کی ذہن سازی کی۔ صفورا گوٹھ کے واقعے میں علی رحمان کا نام آیا تھا۔ ان کا نام تنظیم کی کسی فہرست میں شامل نہیں۔ وہ محض تنظیم کے زیر اہتمام منعقدہ دروس قرآنی میں شرکت کرتے رہے۔ اس کے بعد ان کی کیا ذہن سازی ہوئی' وہ کہاں گئے اور کس قسم کے کاموں میں شریک رہے' اس کا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

**سوال**: تنظیم اسلامی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ طالبان کی حمایت کر رہی ہے؟

**ایوب بیگ مرزا**: پہلے تو اس بات کی وضاحت ہونی چاہیے کہ طالبان سے مراد کیا ہے! جب امریکہ نے ظالمانہ اور جابرانہ طور پر افغانستان پر قبضہ کیا' اس وقت وہاں ملا عمر کی قیادت میں افغان طالبان کی حکومت تھی۔ ہمارے نزدیک' طالبان تو وہی ہیں۔ وہ امریکہ سے آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انہوں نے افغانستان میں ایک اسلامی حکومت قائم کی ہوئی تھی' امارت اسلامیہ۔ لہٰذا ہم بڑی آسانی سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ افغان طالبان افغانستان میں اس حکومت کا revival چاہتے ہیں جو اسلام کی بنیاد پر ملا عمر کی قیادت میں وہاں قائم ہوئی تھی۔ ان کی جدوجہد دین الٰہی کو قائم کرنے کے لیے ہے۔ چنانچہ ان افغان طالبان کو تو ہم سیلوٹ کرتے ہیں۔ 2004ء میں امریکہ نے پاکستان کا بازو مزید مروڑنے کے لیے ایک جماعت بنائی جس کا نام تحریک طالبان پاکستان رکھا گیا۔ اس تحریک طالبان کی کارروائیوں کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم مسلمانوں کے باہمی خون خرابے کی

> تنظیم اسلامی سے اخراج کے بعد اس کے سابق رفقاء کی کیا ذہن سازی ہوئی' وہ کہاں گئے اور کس قسم کے کاموں میں شریک رہے' اس کا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

بھرپور مذمت کرتے ہیں۔

**سوال**: اس کا تعلق آپ نے بڑی آسانی کے ساتھ امریکہ سے کیسے جوڑ دیا؟

**ایوب بیگ مرزا**: امریکہ کی سی آئی اے' اسرائیل کی موساد' انڈیا کی ''را'' اور افغانستان کی این ڈی ایس سے اس تنظیم کا تعلق واضح طور پر جڑتا ہے۔ تحریک طالبان پاکستان کی تمام دہشت گرد کارروائیوں کی ہم شدت سے مخالفت اور مذمت کرتے ہیں۔ ان کا معاملہ یہ تھا کہ ظاہری طور پر ملا عمر کو اپنا امیر مانتے تھے۔ یہ طالبان نہیں ہیں۔ ان کے لیے طالبان کا لفظ سوٹ ہی نہیں کرتا۔ ٹی ٹی پی کے بارے میں ہم سمجھتے

ہیں کہ یہ لوگ دشمنوں سے رابطہ کر کے پاکستان میں کارروائیاں کرتے ہیں۔ اب جو انہوں نے مسجد میں واردات کی ہے تو سمجھ نہیں آ رہی کہ انہیں کن الفاظ سے پکارا جائے۔ ان کے لیے مسلمان کا لفظ استعمال کرنا بڑی دور کی بات ہے۔ جب چرچ پر حملہ ہوا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ یہ حملہ ہم نے تو نہیں کیا لیکن یہ ہے عین اسلام کے مطابق۔ لہٰذا ان کا ہدف صرف پاکستان نہیں بلکہ اسلام بھی ہے۔ خدا جانے ان میں کتنے مسلمان ہیں اور کتنے غیر مسلم، ہم تو یہ بھی نہیں جانتے۔

**سوال**: تنظیم اسلامی کن بنیادوں پر ٹی ٹی پی، داعش یا دوسری عسکری تنظیموں کی فکر کو رد کرتی ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: تنظیم اسلامی کا سارا لٹریچر ہمارے اس مؤقف پر گواہ ہے کہ پاکستان اس بنیاد پر قائم ہوا تھا کہ یہاں اسلام کو نافذ کیا جائے گا۔ پاکستان کے پہلے آئین میں ''قراردادِ مقاصد'' preamble کے طور پر موجود تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ حاکمیت کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس ملک میں قانون سازی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے تحت ہوگی۔ جنرل ضیاء الحق نے قراردادِ مقاصد کو آئین کا حصہ بھی بنا دیا، لیکن اس کو کبھی ایک سپریم clause کے طور پر نہیں لیا گیا۔ تنظیم اسلامی کی ساری جدوجہد کا محور یہی ہے کہ پاکستان میں اسلام کے نظامِ عدل وقسط کو نافذ کر کے پوری دنیا کو اسلام کا صحیح چہرہ دکھایا جائے۔ آپ نے داعش کا نام لیا۔ وہ عالمی سطح پر خلافت کے لیے کوششیں کر رہی ہے۔ خلافت کا اعلان اس طرح تو نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس طرح خلافت قائم ہوتی ہے۔ اگر وہاں خلافت قائم ہے تو 10 لاکھ افراد کس لیے بھاگ گئے؟ خلافت تو رحمت ہوتی ہے!

تنظیم اسلامی کا پیغام یہ ہے کہ پاکستان میں زندگی کے ہر شعبے میں دین کو قائم و نافذ کیا جائے۔ یہاں کرپشن ہے، بے حیائی ہے۔ ہماری پوری معیشت سودی نظام پر استوار ہے۔ اس ملک میں جتنا فساد اور جتنی دہشت گردی ہو رہی ہے، یہ ہماری اس منافقت کا نتیجہ ہے جو اللہ نے اس قوم کے دل میں ڈال دی ہے کیونکہ ہم اللہ اور رسول ﷺ سے غداری کے مرتکب ہوئے ہیں۔ تنظیم اسلامی کی جدوجہد عسکری نہیں ہے۔ یہ لوگوں میں awareness پیدا کرنے کا نام ہے۔ ابھی ہمارے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ حکومت کو چیلنج کریں، لیکن زبان سے اور قانونی بنیادوں پر ہم غیر اسلامی چیزیں ختم کرنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ایک عوامی احتجاجی جدوجہد ہے۔ اس ملک میں ایسی جدوجہد ہوتی رہی ہے۔ عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری نے دھرنے دیے۔ اس سے پہلے وکلاء نے بھی اس طرح اپنی جدوجہد کی ہے۔ یہ غیر عسکری اور پُرامن جدوجہد ہے۔ حکومتِ وقت کے سامنے مظاہرے کیے جا سکتے ہیں۔ قومی اسمبلی نے قادیونیوں کے خلاف قانون ایک عوامی جدوجہد کے نتیجے ہی میں پاس کیا تھا۔ مغربی طاقتوں کے مجبور کرنے پر پچھلی حکومت اور یہ حکومت بھی چاہ رہی تھی کہ قانون تحفظ رسالت میں تبدیلی کر دی جائے، لیکن عوامی رویے کو دیکھتے ہوئے یہ جرأت نہیں ہو سکی۔ اس طرح قادیانیوں کے حوالے سے بھی پریس میں بہت سی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں کہ ان کے خلاف بڑے ظالمانہ قوانین بنا دیے گئے ہیں لیکن کوئی حکومت اس کو چھیڑنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

> تحریک طالبان پاکستان کے لیے مسلمان کا لفظ استعمال کرنا بھی بڑی دور کی بات ہے۔ خدا جانے ان میں کتنے مسلمان ہیں اور کتنے غیر مسلم، اس بارے یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

1973ء کے آئین کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل قائم ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض ایسے راستے موجود ہیں کہ اگر یہ آئین اپنی روح کے مطابق enforce کر دیا جائے تو اس ملک میں صحیح اسلامی نظام آ سکتا ہے۔ دوسری تحریکیں جو اس ملک میں آتی رہتی ہیں، وہ داعش کے نام سے آئیں یا حزب التحریر کے نام سے یا کسی بھی اور نام سے، تنظیم اسلامی کا مؤقف ان سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام کو قائم کرنے کا صحیح منہج نبویؐ بھی یہی ہے کہ ایسا محض زور اور طاقت سے نہ ہو بلکہ دلوں کو بھی تبدیل کیا جائے۔ لوگ اس نظام کو دل سے قبول کریں کہ ہاں یہی صحیح نظام ہے۔ تنظیم اسلامی اس نہج پر چل رہی ہے۔

**سوال**: تنظیم اسلامی کی قیادت پاکستان سے دہشت گردی کے خاتمے اور فرقہ واریت روکنے کے لیے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

**ایوب بیگ مرزا**: پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ اور اسے ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں یوں تو بہت سی رکاوٹیں ہیں لیکن سب سے بڑی رکاوٹ فرقہ واریت ہے۔ تنظیم اسلامی کا مؤقف یہ ہے کہ جب تک فرقہ واریت ختم نہیں ہوگی، پاکستان میں اسلامی نظام کا نافذ ہونا بہت مشکل ہے۔ جہاں تک اس کو ختم کرنے کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے جتنی سنجیدہ کوششیں تنظیم اسلامی نے کی ہیں، شاید ہی کسی اور جماعت نے کی ہوں۔ کئی دفعہ تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ایسے سیمینار اور مذاکرے منعقد ہوئے جن میں تمام مسالک کے اکابرین نے شرکت کی۔ الحمدللہ! تنظیم اسلامی کی درخواست پر بہت سے ایسے حضرات جو ایک دوسرے کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، ایک سٹیج پر اکٹھے ہوئے۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ بھی شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اسلام کے باقی فرقے بہت چھوٹے ہیں اور بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں جو سب سے بڑی تفریق پیدا ہوئی تھی وہ یہی شیعہ سنی کی تھی، جو تقریباً ایک ہزار سال سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ یہی سب سے زیادہ گہری اور کاری ہے۔ اس نے عالمی سطح پر مسلمانوں کو تقسیم بھی کیا ہوا ہے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ نے اس حوالے سے ایران کا دورہ بھی کیا تھا۔ 1997ء میں نواز شریف برسراقتدار آئے تو انہوں نے اختلافات کو دور کرنے کے لیے ایک شیعہ سنی کمیٹی قائم کی تھی۔ اس کا سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کو بنایا گیا تھا۔ انہوں نے اس سلسلے میں بڑی کوشش کی کہ دونوں مسالک میں کسی سطح پر مفاہمت ہو جائے اور یہ فرقہ واریت ختم ہو جائے۔ جب ڈاکٹر صاحب ؒ نے دیکھا کہ مختلف لوگ اس کام میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں تو انہوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر فرقہ واریت ختم ہو جاتی ہے تو یہ دنوں کی بات ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظام قائم ہو جائے!

> اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

# حقیقت خرافات میں کھو گئی!

اُمِ عمار

ہم سب جانتے ہیں کہ ہندوستان کی کوکھ سے پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کی اصل بنیاد دوقومی نظریہ تھا، جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان بالکل الگ الگ نظریات، معاملات اور عقائد رکھتے ہیں اور یہ کسی صورت اکٹھے نہیں رہ سکتے کیونکہ مسلمان کا نظریہ لا الٰہ الا اللّٰہ سے ماخوذ ہے جبکہ ہندوؤں کے عقائد مکمل مشرکانہ ہیں۔ بت پرستی اور اوہام پرستی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ چونکہ توحید کا تعلق زندگی کے ہر گوشے سے ہے لہٰذا عملی طور پر اس کا اطلاق پوری انفرادی و اجتماعی زندگی پر ہونا چاہیے۔ یعنی اگر ہم یہ مانتے ہیں کہ زمین کل کی کل اللہ کی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلنا چاہیے کہ یہاں نظام بھی کل کا کل اللہ کا ہی ہونا چاہیے۔ عبادات ہوں یا رسومات، سیاست ہو یا معیشت، معاشرت ہو یا تجارت ہر شعبے میں اللہ کی مرضی کے مطابق عمل درآمد ہونا چاہیے۔ ایک گھر کا مالک اپنے گھر میں اپنا ہی حکم چاہتا ہے، وہ کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کے گھر کے معاملات میں کوئی دوسرا دخل اندازی کرے۔

ایک کلمے کی بنیاد پر الگ ملک حاصل کرنے کے باوجود ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی میں کوئی نمایاں تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ 68 سال گزرنے کے باوجود اب تک ہندوؤں اور مسلمانوں کے طرز زندگی میں کوئی فرق دیکھنے میں نہیں آرہا۔ شادی بیاہ کی رسومات ہوں یا فوتگی کے معاملات، انداز رہن سہن اور طرز بود و باش ہو یا خاندانی معاملات، معاشرتی زندگی میں ہندوؤں کے تصورات گویا ہماری گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں۔ سماجی نظام میں طلاق کا معاملہ ہو یا دوسری شادی کا، جوائنٹ فیملی سسٹم ہو یا لڑکی کے علیحدہ گھر کا مطالبہ، ستر و حجاب اور وراثت کے احکامات ہوں یا میاں بیوی کے حقوق و فرائض، ہر معاملے میں ہندو ذہنیت کی بھرپور چھاپ اب بھی اسی طرح ہے جیسا کہ قیام پاکستان سے قبل تھی۔ یہاں تک کہ گھروں کی تعمیر و طرز رہائش بھی اُسی طرح رکھی جاتی ہے تاکہ ہمارے اور ہمارے بچوں کی ذہنیت بھی خالصتاً ان جیسی ہو جائے۔ اب تو اسی پاکستان کے ہی رہنے والے ہندوؤں کے ساتھ دوبارہ ملنے کو بے تاب رہتے ہیں۔ اس بے تابی کے پس پردہ درحقیقت وہ مادی خواہشات پوشیدہ ہیں جن کا لازمی تقاضا بالآخر مادر پدر آزادی اور کھلی بے حیائی و فحاشی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس کا عملی اظہار ثقافتی طائفوں اور فلمی اداکاروں اور اداکاراؤں کے وفود سے واضح طور پر ہو رہا ہے کہ ان میں ہندو اور مسلم کی پہچان تک ختم ہو چکی ہے۔ انتہائی افسوسناک امر تو یہ ہے کہ پاکستان کی آبادی کا بیشتر حصہ اس مشن میں مذکورہ بالا طبقے کا دست و بازو بن چکا ہے۔ اس پر مستزاد پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ہے۔ ہماری معاشرتی زندگی کے یہ شعبے فحاشی اور بے حیائی کا گڑھ بن چکے ہیں۔ ستم یہ ہے کہ اسی گٹر کی سڑاند کو جدیدیت، تہذیب و ثقافت کا لبادہ اوڑھا دیا گیا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب اسی فحاشی کی انتہا ہم جنس پرستی کی وجہ سے آیا تھا۔ اگر آج پاکستان میں جرم کی سزائیں دی جا رہی ہوتیں تو جگہ جگہ زنا اور حرام کاریوں کا بازار اتنا گرم نہ ہوتا جبکہ صورت حال یہ ہے کہ آج زنا مع ویڈیو عام ہیں۔

اسی طرح معاشی نظام میں بھی ہم ہندو ذہنیت کو بہت پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔ بے ایمانی، جھوٹ، رشوت، سود، بلیک مارکیٹنگ، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ میں آج ہمارا کوئی ثانی نہیں۔ ہر سطح پر لوٹ مار کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر ایک دوسرے کو لوٹنے کی فکر میں ہے۔ دوکاندار گاہک کو، حکمران ملک و قوم کو، چور ڈاکو گھروں کو لوٹ رہے ہیں۔ اس لوٹ مار کی وجہ سے مہنگائی نے عوام الناس کی کمر توڑ کے رکھ دی ہے۔ حرام ذرائع سے کمائیاں کر کے لوگ نہ صرف یہ کہ مطمئن ہیں بلکہ ''ھل من مزید'' کی فکر میں رہتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب ان ہی بے ایمانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے آیا تھا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے بھی کیا نظام معیشت اتنا ہی دلدل میں ڈوبا ہوا تھا جتنا 68 سال بعد آج ہے؟

پورے سسٹم کے بگاڑ میں ہماری سیاست کا بھی بڑا اہم رول ہے۔ آج سیاسی کارکردگی میں ہنود، یہود و نصاریٰ ہم سے بہتر ہیں جبکہ 68 سالہ پاکستانی سیاست اس شعر کے سانچے میں ڈھل چکی ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

ایک الگ خطہ زمین لے کر ہم نے سیاست کی بھی مت ماردی ہے۔ ہر ایک اپنی من مانی سیاست کر رہا ہے اور سیاسی طور پر خود مختار بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کرنے کی بجائے طاغوت کی اسلام دشمن پالیسیوں پر عمل پیرا ہیں۔ مفاد پرستوں کے یہ ٹولے پاکستان کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر عوام کو کچلنے اور فاقوں مارنے پر تلے ہوئے ہیں اور خود عیاشانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ساری مراعات اور سہولتیں امیر طبقہ کے لیے ہیں جبکہ غریب کو خاک میں لوٹنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ ظلم کی یہ انتہا اور اس پر خادم اعلیٰ ہونے کے دعوے۔ فرعون اور اس کے لشکر پر عذاب سیاسی مطلق العنانی کی وجہ سے ہی آیا تھا کہ وہ حکمران کل بن بیٹھا تھا، ''انا ربکم الاعلیٰ'' اسی بناء پر تھا۔

ہم میں سے اکثر و بیشتر ہر معاملے میں غیروں کے آگے بھی سربسجود ہیں جبکہ اپنے خالق حقیقی کے حضور سجدۂ شکر کم ہی بجا لاتے ہیں۔ ہندوستان میں اگر مسلمانوں پر مساجد میں جانے پر کوئی پابندی ہے تو پاکستان میں بے انتہا مسجدیں ایسی ہیں جو نمازیوں سے خالی ہیں۔ عقائد کے لحاظ سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں بنیادی فرق تو صرف کلمہ ہی کا رہ گیا ہے۔ عملی طور ہندو اگر بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور مختلف حاجات کے لیے دیوی دیوتاؤں سے التجائیں کرتے ہیں تو ہم نے بھی دنیوی مفادات اور خواہشات کے بُت پال رکھے ہیں۔ ایک اللہ کو تو تقریباً سب ہی مانتے ہیں لیکن ''سب'' کی طرح اللہ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ نادیدہ الٰہ کو بھی مانتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللّٰہ کا نعرہ جو توحید الٰہی کا مظہر تھا، محض کھوکھلا نعرہ ثابت ہوا۔ 68 سال گزرنے کے بعد بھی ہمارے عقائد میں توحید نظر نہیں آتی۔ نفس پرستی، دولت پرستی، شہرت پرستی، اقتدار پرستی، وطن پرستی، اقربا پرستی، اولاد پرستی، مزار پرستی اور مفادات پرستی جیسی بے انتہا پرستیاں جب ہمارے گلے کا طوق ہوں گی تو خدا پرستی کہاں رہ جائے گی؟ اللہ اکبر تو صرف جائے نماز پر رہ گیا ہے بلکہ وہاں بھی فرقہ پرستیوں کے سجدے ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے وہ خودساختہ خدا ہیں جنہوں نے کلمہ توحید کے مفہوم کو بھی بالکل دھندلا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بھی ان نادیدہ خداؤں میں کھو کر رہ گئی ہے۔ پاکستان میں رسم اذاں تو ہے لیکن نظام اذاں نہیں ہے۔ دینی جماعتوں نے بھی پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے میں کوئی واضح کردار ادا نہیں کیا۔ اپنے اپنے نظریات کی کلہاڑی پکڑلی ہوئی ہے اور کل حزب بما لدیھم فرحون کے مصداق جو علم ان کے حساب

سے صحیح ہے وہ تو ٹھیک ہے، بقیہ پر تیشہ چلانے کو تیار رہتے ہیں۔ انہیں کوئی غرض نہیں کہ نظریۂ پاکستان کی بنیاد پر ہمیں متحد ہوکر رہنا ہے۔ بجائے اس کے مذہب کے نام پر سیاست بھی چل رہی ہے، قتل وغارت کا بازار بھی گرم ہے، ایک دوسرے کی ٹانگیں بھی کھینچی جارہی ہیں ۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ نظریۂ پاکستان کو مسخ کرنے میں خود دینی جماعتوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ اپنے اپنے دنیوی مفادات سے گہری وابستگی ہونے کی وجہ سے ہمارا حال اس شعر کا مصداق ہوچکا ہے:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اور:

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

یہ مسلمان نہیں، راکھ کا ڈھیر ہیں۔ ایسی دینی جماعتیں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں جو کل نظام زندگی کو دین اسلام کے سانچے میں ڈھلا ہوا دیکھنا چاہتی ہیں ، جو نظریۂ پاکستان کے ساتھ مکمل ذہنی وقلبی ہم آہنگی ہونے کی وجہ سے پاکستان کو حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں اور اس مقصد کے حصول کی خاطر اپنا تن من دھن استقامت کے ساتھ لگائے ہوئے ہیں، جن کا اُصولی موقف یہ ہے کہ ہم نے پاکستان صرف اور صرف اللہ کے نام پر حاصل کیا تھا تو یہاں غیر اللہ کا نظام اور غیر اسلامی طرزِ زندگی کیوں ہے، اس کی مکمل بیخ کنی ہونی چاہیے اور چونکہ محمّد رسول اللہ کلمہ طیبہ کا لازمی حصہ ہے لہٰذا یہاں کل کا کل نظامِ سیاست، معیشت ومعاشرت شریعت محمدی ﷺ کے مطابق ہونا چاہیے ۔ مسلمانان پاکستان کو چاہیے کہ ایسی دینی جماعتوں کو ڈھونڈیں اور اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کو بھی ایسی جماعتوں کی طرف راغب کریں کہ جو صرف اور صرف نظریۂ پاکستان لا الٰہ الااللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ کی حکمرانی کو بالفعل قائم کریں اور ایسی مثالی ریاست قائم کریں جو دنیا میں رول ماڈل ہو اور بالآخر پوری دنیا میں اسی نہج کی حکمرانی قائم ہوجائے۔

قرآن پاک میں کلمہ طیبہ کی مثال شجر طیبہ سے دی گئی ہے تو کلمہ کی بنیاد پر وجود میں آنے والا پاکستان تو بہترین پھل آور درخت ہونا چاہیے تھا لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ پاکستان کے درخت کا پھل تو چند دانوں کے علاوہ بالکل گلا سڑا ہے اور اس کی دو بڑی شاخوں میں سے ایک شاخ تو 1971ء میں انہی دشمنوں نے اکھاڑ دی تھی جن کے طرز بود وباش کے ہم دیوانے ہیں۔ آج نظریۂ پاکستان مفقود ہے تو اس کی دو ہی وجوہات ہوسکتی ہیں: یا تو ہم نے پاکستان کا بیج صحیح وقت پر نہیں بویا یا پھر اس کی جڑیں خالص نہیں تھیں ۔ یعنی لا الٰہ الااللّٰہ بھی مقصدِ پاکستان نہ تھا اور نہ ہی محمد رسول اللّٰہ کو اتنی اہمیت دی گئی کہ اس کو بھی لا الٰہ الااللّٰہ کے بیج کا حصہ بھی سمجھا جاتا۔ اگرچہ آئین میں یہ بات موجود ہے کہ قرآن وسنت کے بغیر کوئی قانون سازی نہیں ہوگی لیکن جلد ہی معلوم ہوگیا کہ قرآن وسنت کی آبیاری تو ہم خود کرنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ ”ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں“ کے مصداق نہ ہمارے اندر وہ دم خم تھا نہ ایمان کی جڑیں مضبوط تھیں ۔ ہم نے تو بس ایک ملک حاصل کرنا تھا، سو کرلیا، لہٰذا 68 سالہ اس درخت کا گلا سڑا پھل کھانے پر مجبور ہیں۔ اگر واقعی پاکستان کا مقصد اسلامی نظام کا قیام تھا تو وہ تو خواب ہوچکا۔ حقیقت خرافات میں کھوگئی۔ آج تک نظام کا نام بھی نہیں لیا گیا۔ اس کی وجہ یہی لگتی ہے کہ لا الٰــہ الاالـلّٰــہ کی ڈگڈگی تو خوب بجائی گئی مگر کھوکھلی ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نظریۂ پاکستان کو دوبارہ تازہ کریں، اس کی جڑوں کی قرآن وشریعت سے آبیاری کریں اور ساتھ ہی ساتھ خودرو پودوں اور جھاڑ جھنکار جو ہندوؤں اور عیسائیوں کے ہاتھوں جا بجا لگے ہوئے ہیں ان کو بھی تلف کردیں ۔ یعنی اسلام کے علاوہ جو بھی طریقہ ہائے زندگی ہمارے ہاں رچ بس گئے ہیں ان کو جڑوں سے اُکھاڑ دیں تا کہ ان کو دوبارہ پنپنے کا موقع ہی نہ ملے۔ اپنے درخت کی نشوونما میں اپنا تن من دھن لگادیں تا کہ کلمہ طیبہ کا شجر طیبہ اس شان سے لگا ہوا نظر آئے کہ اصلھا ثابتٌ وّ فرعھافی السّماء کے مصداق حکمرانوں اور عوام سمیت تمام مسلمانوں کو بھی کلمہ طیبہ کے مطابق ڈھال لے اور پھل اپنے درخت سے پہچانا جائے۔

☆☆☆

**سانحۂ ارتحال**

# ایک رفیق تنظیم کی رحلت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

حلقہ لاہور غربی کے اُسرہ جوہر ٹاؤن کے رفیق ملک سعید رفیق اعلیٰ سے جا ملے ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ ملک سعید اپنی اہلیہ کے ساتھ سفرحج پر روانہ ہوئے ۔ وہاں اُن کی طبیعت خراب ہوئی، باہمت تھے، اسی حالت میں حج کے ارکان پورے کیے ۔ وقوف عرفات کے بعد مزدلفہ رات گزار کر واپس منیٰ میں آئے تو بقضائے الٰہی وفات پاگئے ۔ حج کے دوران مکہ میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر متوقع آسانیاں پیدا ہوگئیں اور اُن کا جسد خاکی حرم شریف میں لایا گیا جہاں لاکھوں فرزندان توحید نے نماز جنازہ ادا کی ۔ ملک سعید شریف النفس اور سادہ طبیعت کے مالک تھے ۔ مہمان نوازی اُن کی گھٹی میں داخل تھی ۔ دوست احباب کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے اور ان کی بہت عزت کرتے تھے ۔ کم گو اور خاموش طبع تھے ۔ وہ بزرگوں کے اس قول پر عامل تھے کہ اللہ نے بولنے کے لیے ایک زبان مگر سننے کے لیے دو کان دیے لہٰذا بولو تھوڑا اور سنو زیادہ۔

ہر اتوار کو اُسرہ کے رفقاء اکٹھے بیٹھتے ۔ درس قرآن اور حدیث سنتے ۔ قرآن کے ساتھ لگاؤ کا یہ حال تھا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو حافظ بنایا۔ خود حافظ بیٹے سے قرآن سنتے اور خوش ہوتے ۔ دوستوں کا کام خوشی سے کرتے اور خود کسی دوست پر کوئی ذمہ داری نہ ڈالتے ۔ اُردو بازار میں اُن کا کاروبار تھا۔ کاروبار میں لین دین ہوتا ہے۔ انہوں نے کسی سے رقم لینی ہوتی تو انتہائی نرم رویہ اختیار کرتے ۔ کئی لوگوں کے پاس اُن کی رقوم واجب الادا تھیں، وہ خود ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی سختی کے ساتھ تقاضا نہ کرتے ۔

وہ اپنے مذہبی خیالات میں بھی سادہ تھے ۔ ہر پیش آمدہ مسئلے میں قرآن وسنت کی طرف رجوع کرتے ۔ وہاں سے جو حل ملتا اُسے بسر وچشم قبول کرتے ۔ انسانوں کی اپنی بنائی ہوئی رسومات اور اعتقادات کو پسند نہ کرتے ۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہیں بس آپؐ کے کردار وعمل کو اپنا راہ نما بنانا چاہیے جس طرح صحابہ کرامؓ نے بنایا۔ ملک سعید اپنے ضعیف والد کے فرماں بردار تھے اور ان کے والد اپنے بیٹے اور ان کے اہل وعیال سے خوش تھے ۔ وہ حج کی ادائیگی کر کے پاک صاف ہوگئے اور اسی حالت میں اللہ کے پاس چلے گئے ۔ اُن کی اہلیہ واپس پاکستان آئیں تو ملک سعید کے گھر اجتماعی دعا کا اہتمام کیا گیا۔ نہ کسی مروجہ ختم کا بندوبست کیا گیا، نہ کوئی پھل اور مشروب تھے، نہ کھانا تھا۔ ملک سعید کی بخشش اور بلندیٔ درجات کی دعا کے ساتھ یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔

# مسلم ہولوکاسٹ: اُمت کا اجتماعی قتل عام

اوریا مقبول جان
theharferaz@yahoo.com

اس قدر غصہ، آنکھوں میں انتقام کے شعلے۔ کیا یہ سب ان کے مزاج کا حصہ ہے؟ ان کا گھریلو ماحول ہی ایسا تھا، یا یہ کسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں سے جذبہ رحم ختم ہو جاتا ہے؟ دنیا میں بسنے والے تمام انسان اپنے اندر خوبصورت دل، محبت کے جذبات اور ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور ہمدردی کی خو رکھتے ہیں۔ انھیں خونخوار اور ظالم دو خواہشات بناتی ہیں۔ ایک طاقت یعنی غلبے اور اقتدار کی خواہش اور دوسری مسلسل ظلم اور جبر سہنے کے بعد ظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا جذبہ۔ دنیا کی تاریخ میں یہی دو جذبے ہیں جنھوں نے انسانی سروں کی فصلیں کاٹی ہیں، کھوپڑیوں کے مینار بنائے ہیں، شہروں، بستیوں اور قصبوں کو آگ لگائی ہے اور اپنے اقتدار کو مضبوط کیا ہے، یا پھر لوگوں کا جم غفیر اٹھا ہے، انھوں نے عدالتیں لگائیں، بڑے بڑے تیز چھروں سے بادشاہوں اور ان کے حواریوں کے سر کاٹے، ان کے سروں کو لڑھکاتے ہوئے ٹھوکروں سے روندتے رہے۔

اقتدار اور غلبے کی خواہش سے جنم لینے والا ظلم اور قتل و غارت انسانوں میں انتقام اور غصے کو جنم دیتا ہے اور یہی دنیا کی تاریخ ہے۔ لیکن ہر دور کا مورخ بزدل، شاہ پرست اور اقتدار کا پروردہ ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ طاقتور بادشاہوں کے ظلم کو جائز اور ان کے خلاف جنم لینے والے انتقام کو غیر انسانی، غیر مہذب اور غیر اخلاقی تحریر کرتا رہا ہے۔ وہ حکومتوں کے خلاف اٹھنے والے لوگوں کو امن کے دشمن، بھیڑیے اور باغی کے القابات سے یاد کرتا رہا ہے۔

آج کا مورخ موجودہ دور کا میڈیا ہے۔ یہ بھی اسی طرح طاقت وروں کے شکنجے اور حکمرانوں کے خوف سے سہا ہوا ہے، جیسے ہر صدی کا مورخ ہوتا ہے۔ اس میڈیا کو پالنے اور پوسنے والے بہت چالاک ہیں۔ وہ خود تو عالمی اقتصادی جبر کا حصہ ہیں، اپنے مفادات کے لیے وہ ملکوں کے ملک تباہ کرتے ہیں لیکن اپنے سرمائے سے چلنے والے میڈیا کا چہرہ انھوں نے آزاد رکھا ہوا ہے۔ جن عالمی کمپنیوں کے لیے ملکوں میں ظالم حکمرانوں کے اقتدار کو قائم رکھا جاتا ہے، انھیں انسانوں کے قتل عام کی کھلی چھوٹ دی جاتی ہے، جن عالمی کمپنیوں کے وسائل کی ہوس کے لیے ملکوں پر حملہ کیا جاتا ہے، ان کی بستیاں تاراج کی جاتی ہیں، وہی عالمی کمپنیاں دنیا بھر کے اس آزاد، اور خود مختار میڈیا کو سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔

یہ آج کا مورخ میڈیا اسی کو ظالم ثابت کرتا ہے جس کے بارے میں یہ سرمایہ فراہم کرنے والے اقتدار پر قابض ظالم اسے حکم دیتے ہیں۔ کس قدر حیران کن بات ہے کہ انقلاب فرانس کے دوران بڑے بڑے تیز دھار چھروں سے گردنیں کاٹنے والے، ان سروں کو گلیوں میں لڑھکانے والے، یہاں تک کہ بادشاہ لوئی کے سر سے دیر تک والی بال کھیلنے والے تو انسانی تاریخ کا رخ موڑنے والے تحریر کیے جاتے ہیں اور بادشاہ کو ظالم۔ لیکن آج کے میڈیا کے نزدیک عالمی امن قائم کرنے اور جمہوریت اور آزادی کے نفاذ کے لیے لاکھوں لوگوں کو قتل کرنا جائز ہے اور اس کے مقابلے میں اٹھنے والے، انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے لوگ اگر سر کاٹتے نظر آئیں تو انھیں انسانی تاریخ کے درندے، وحشی اور جنگلی ثابت کیا جاتا ہے۔

یوکرین میں کمیونسٹ روسی انقلاب کے دوران پچاس ہزار لوگوں کو گھروں سے نکال کر لائن میں کھڑا کر کے گولیوں سے بھون دیا جائے تو اسے زار روس کے مظالم کے خلاف اٹھنے والی تحریک کا سنگ میل کہا جاتا ہے لیکن موجودہ کارپوریٹ سرمائے سے جنم لینے والی عالمی طاقتوں کی غنڈہ گردی اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والی قومی ریاستوں کے ظلم کے خلاف اٹھنے والوں کو دہشت گرد، شدت پسند اور عالمی امن کے دشمن قرار دیتے ہیں۔

اس بااختیار، آزاد اور خود مختار میڈیا کا کمال دیکھیں کہ 9 جنوری 2010ء کو آسٹریلیا کے ایک سوچنے سمجھنے والے فرد ڈاکٹر گڈیون پولیا (Gideon Polya) نے عالمی عدالت انصاف میں ایک درخواست جمع کروائی جس کا عنوان ہے Muslim Holocaust, Muslim Genocide یعنی مسلمانوں کا منصوبہ بندی کے ساتھ اجتماعی قتل عام۔ اس درخواست کا کوئی ذکر عالمی یا علاقائی میڈیا میں نہیں ملتا۔ یہ ایک ضخیم دستاویز ہے جس میں اس نے بے شمار شواہد کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ گزشتہ پچاس ساٹھ سالوں کے دوران مسلمانوں کے عالمی سطح پر قتل عام کی گنتی کروڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ اس نے اس قتل عام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ مسلمان جن کو جنگوں، خانہ جنگیوں اور براہ راست حملوں کے ذریعے قتل کیا گیا، لیکن ان کے ساتھ ان مسلمانوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے جنھیں اس طرح قتل کیا گیا کہ ان تک خوراک کی رسائی روک دی گئی، ان کو بیماری میں دوائی نہ پہنچائی گئی، ان پر مختلف انداز سے وبائی امراض کے دروازے کھولے گئے اور انھیں بے موت مرنے دیا گیا۔

اس کی مثال وہ 1943ء سے 1945ء تک بنگال میں پیدا کیے گئے مصنوعی قحط سے دیتا ہے جس میں چرچل جیسے دنیا کے محبوب رہنما نے وہاں خوراک کی ترسیل روک دی تھی اور تقریباً 70 لاکھ لوگوں کو مرنے دیا گیا تھا جن میں 95 فیصد کے قریب مسلمان تھے۔ جنگ عظیم کے دوران یہ سب سے بڑا مسلم ہولوکوسٹ تھا جس کا کوئی ذکر تک نہیں کرتا جب کہ اسی دوران یہودی ہولوکوسٹ جو 50 لاکھ کے قریب بتایا جاتا ہے اسے آج تک میڈیا بھولنے نہیں دیتا۔ اس درخواست میں افغانستان کا مقدمہ سب سے پہلے بیان کیا گیا ہے، جس میں اس نے اعداد و شمار سے ثابت کیا ہے کہ افغانستان میں امریکی حملے کے بعد سے اب تک 45 لاکھ افراد مر چکے ہیں اور تیس لاکھ لوگ ہجرت پر مجبور کیے گئے ہیں۔ مرنے والوں میں 37 لاکھ وہ عورتیں، بچے اور بوڑھے ہیں جن تک اس جنگ کی وجہ سے نہ دوائی پہنچنے دی گئی اور نہ خوراک۔ ان سب میں ظالم ترین عمل یہ تھا کہ طالبان نے افیون کی کاشت مکمل طور پر ختم کر دی تھی لیکن امریکا نے آتے ہی اسے بحال کر دیا کیونکہ اس افیون کی کاشت سے امریکی معیشت میں سالانہ 60 ارب ڈالر کا اضافہ ہوتا ہے۔

دنیا میں سب سے زیادہ منشیات استعمال کرنے والے امریکا میں ہیں۔ افغانستان سے کوڑیوں کے مول پر منشیات لی جاتی ہے اور ڈالروں میں وہاں بیچی جاتی ہے۔ اس وقت امریکا کی سرپرستی میں دنیا کی 90 فیصد منشیات افغانستان سے جاتی ہے جب کہ طالبان نے اسے 2 فیصد

تک کر دیا تھا۔ اس افیون کی کاشت سے افغانستان میں ہر سال ایک لاکھ لوگ Opiate Drug Related موت کا شکار ہوتے ہیں اور یوں چودہ سالوں میں چودہ لاکھ لوگ اس بھیانک کاروبار کی وجہ سے موت کی آغوش میں جا چکے ہیں۔ براہ راست قتل و غارت سے افغانستان میں 2 لاکھ لوگ مارے گئے جب کہ عراق میں اس سے تین گنا لوگ لقمہ اجل بنے۔ سب سے بھیانک وہ اموات ہیں جو پانچ سال سے کم عمر بچوں کی ہوئیں جو بھوک اور بیماری سے مرجاتے ہیں۔ افغانستان میں امریکا کے آنے کے بعد 26 لاکھ ایسے بچے دنیا کی بہاریں دیکھنے سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔

عراق میں یہ صورت حال 1991ء میں پہلی عراق جنگ سے جاری ہے جب اس پر خوراک اور دواؤں کی پابندی لگائی گئی تھی۔ اس وقت ایک اندازے کے مطابق 25 لاکھ عراقی براہ راست اور غیر محسوس پابندیوں کے ذریعے ہلاک ہوئے ہیں۔ اس کے بعد فلسطین کا مقدمہ اس درخواست میں ہے جس پر امریکا، برطانیہ، یورپی یونین اور آسٹریلیا نے مل کر اسرائیل کو مسلط کیا ہے جس کی وجہ سے ایک لاکھ فلسطینی قتل ہوئے، 2 لاکھ 5 سال سے کم عمر بچے بیماریوں سے مارے گئے اور ستر لاکھ بے گھر ہوئے۔ 1990ء سے 2005ء تک فرانس نے افریقہ کے مسلمان ملکوں الجزائر وغیرہ پر قبضہ کیا اور اپنے منظور نظر ظالم حکمران وہاں مسلط کیے، جن ملکوں میں اب تک چودہ کروڑ کے قریب ایسی اموات ہو چکی ہیں۔ اریٹیریا، صومالیہ اور دیگر افریقی ممالک میں تو اموات کا شمار نہیں۔

آخر میں اس نے کہا ہے کہ اس دنیا میں ہوس اور حرص کا شکار کارپوریٹ بدمعاشوں نے فیکٹریاں لگا کر جو عالمی موسموں کو تباہ کیا ہے، جس سے گلوبل وارمنگ پیدا ہوئی ہے، اس گلوبل وارمنگ سے گزشتہ پچاس سالوں میں کئی ارب لوگ لقمہ اجل بنے ہیں جو غریب ممالک کے تھے اور ان میں تین ارب مسلمان تھے۔ کیا اس درخواست میں دی گئی تصویر اور خونچکاں داستان کا آج کے مورخ میڈیا نے کہیں ذکر کیا؟ کوئی بریکنگ نیوز، کوئی ڈاکیومنٹری، کوئی ٹاک شو؟ شاید کبھی نہیں لیکن آج ایک امریکی، یورپی باشندہ اس قتل عام کے نتیجے میں جنم لینے والے انتقام کی وجہ سے اغوا ہو جائے، قتل ہو جائے، پھر دیکھیں ٹیلی ویژن، اخبارات، ریڈیو کیسے شور مچاتے ہیں، اتنا شور کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

☆☆☆☆☆



# حیا کے بغیر مہذب قوم؟

شمائلہ یوسف زئی
shumailayousafzei@gmail.com

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ مرد کی غیرت کا اندازہ اس کی عورت کی حیا سے لگایا جاسکتا ہے۔ یعنی مرد جس قدر غیرت مند ہوگا اس کی عورت اتنی ہی حیا والی ہوگی۔ حیا اور غیرت لازم اور ملزوم ہیں۔ بے حیائی وہیں پر ہوگی جہاں غیرت کا جنازہ اُٹھ چکا ہو۔ آج ہمارے معاشرے کی اجتماعی صورت حال ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہم اپنی قومی غیرت وحمیت کا جنازہ اُٹھتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ ایک طرف قوم کی نحیف و نزار بیٹی عافیہ صدیقی جس کا جرم سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ اسے اسلام سے محبت تھی، دشمنانِ رسول ﷺ و دشمنانِ اسلام کی اذیت ناک قید میں زندگی کی سانسیں پوری کر رہی ہے اور دوسری طرف بے پردگی، فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دے کر قومی غیرت وحمیت کا تماشا لگایا جارہا ہے۔ یہ سب کچھ اس ملک میں ہو رہا ہے جس کی بنیادوں میں اسلام کے ان غیرت مند سپاہیوں کا خون شامل ہے جنہوں نے 711ء میں اسلام کی ایک باحیا بیٹی کی صدا پر بے دین سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔

پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے اور اسلام وہ دین فطرت ہے جو حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیتا ہے۔ حیا صرف عورت کا زیور ہی نہیں بلکہ مردِ مومن کا حسن اوصاف بھی ہے۔ اسی طرح حیا صرف غیر محرم سے پردے کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حرام کام سے بچنا بھی حیا کا تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کے نزدیک حرام کام سے حیا کرنا واجب ہے۔ دوسرے لفظوں میں حیا سے مراد اللہ کا وہ خوف بھی ہے جس کی وجہ سے انسان گناہ کرنے سے بچ جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں کو دیکھ کر نفس میں جو حالت پیدا ہوتی ہے اس کو حیا کہتے ہیں۔ یہ کیفیت اُسی دل میں پیدا ہوسکتی ہے جس میں نور ایمانی موجود ہو۔ یعنی جس دل میں حیا ہوگی اس میں ایمان بھی ہوگا۔ بے حیائی اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ انسان کی زندگی میں حیا کی اہمیت اس طرح سے ہے کہ جیسے ٹہنی کی بقاء اسی وقت تک ہے جب تک اس کا تنا باقی ہے۔ اسی طرح جب تک حیا باقی رہتی ہے تو ایمان بھی سلامت رہتا ہے اور غیرت بھی زندہ رہتی ہے۔ یہ غیرتِ ایمانی کا تقاضا ہی تھا جس نے اٹھارہ سالہ محمد بن قاسم کو فاتح سندھ بنا دیا، مگر آج بیس کروڑ پاکستانیوں کے منہ سے ایک مسلمان بیٹی عافیہ صدیقی کے لیے آواز تک نہیں نکلتی۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ''جب تجھ میں حیا ہی نہ رہی تو پھر جو جی میں آئے کر''۔

آج ہم نے آزادی کے نام پر عورت کو مرد کے شانہ بشانہ تو کھڑا کر دیا لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عورت ایک مجسمہ بن کر رہ گئی ہے۔ اسے کہیں پروڈکٹس کی فروخت کے لیے اشتہار بنا کر اور کہیں سینما کی زینت بنا کر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت فخر کا کام کیا۔ کل تک یہ عالم تھا کہ تاجر اور صنعت کار طبقہ قوم کی بہو بیٹیوں کو دکھا دکھا کر اپنا سودا بیچ رہا تھا تو میڈیا اپنی ریٹنگ بڑھانے کے لیے عورت کی عصمت کا سودا کر رہا تھا مگر اب تو حد ہوگئی کہ سیاسی جماعتیں بھی اپنے سیاسی جلسوں، دھرنوں اور لانگ مارچ میں عورت کو محورِقص کر کے سیاسی فوائد حاصل کرنے لگی ہیں۔

وہ عورت جس کو اسلام نے ایک اعلیٰ مقام اور عزت و شرف عطا کیا، بقول اقبالؒ

وجود زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اِسی دُرج کا دُرمکنوں

آج حقوق نسواں اور آزادی کے نام پر شیطان کا آلۂ کار بنا کر رکھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی اور فحاشی کو شیطانی عمل قرار دیا۔ آج ہماری قوم کی بدحالی کی سب سے بڑی وجہ بے حیائی ہے۔ ہم نے دین کو چھوڑ دیا تو اللہ پاک نے پوری دنیا کے مقابلے میں ہمیں تنہا چھوڑ دیا۔ ہم نے حیا اور پردے کو چھوڑا تو آج ذلت ہمارا مقدر بن گئی۔ اگر ہم اللہ کی مدد اور نصرت چاہتے ہیں تو (باقی صفحہ 17 پر)

## حلقہ کراچی جنوبی کے تحت سہ ماہی تربیتی اجتماع

رفقاء ورفیقات کے لیے یہ اجتماع 23 اگست 2015ء کو مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں ہوا۔ اس اجتماع کو تزکیہ نفس کے عنوان سے موسوم کیا گیا تھا۔ میزبانی کے فرائض جناب عبید احمد نے ادا کیے۔

تلاوت کلام پاک کا شرف حافظ محمد فصیح منصوری کو حاصل ہوا۔ انہوں نے سورۃ الفتح کی آیات 28 اور 29 کی تلاوت کی۔ محمد رضوان صاحب نے سورۃ الاعلیٰ کی آیات 14 تا 19 کے ذیل میں تذکیری گفتگو کرتے ہوئے تزکیہ کا مفہوم، اس کا مقصد اور اس کی وسعت کو واضح کیا۔ امیر حلقہ جناب انجینئر نعمان اختر نے تزکیہ نفس کی اہمیت پر بیان کرتے ہوئے سورۃ الشمس کی آیات 9 تا 10 کا حوالہ دیا اور کہا کہ فلاح انسانی میں اہم کردار تزکیہ نفس کا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بنیادی فرائض میں ایک اہم ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ نفوس کا تزکیہ کریں۔ رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ فرماتا ہے اسے اپنے نفس کے عیوب سے باخبر کر دیتا ہے۔ امیر حلقہ کی گفتگو کے بعد ملٹی میڈیا کی مدد سے مذاکرہ ہوا جس کے لیے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے موضوع حقیقت انسان بہت احسن انداز میں پیش کیا۔ اور نکات کو سوال وجواب کی صورت میں شرکاء پر واضح کیا۔

باہمی ملاقات اور چائے کے لیے 30 منٹ کے وقفہ میں امیر حلقہ نے غیر تربیت یافتہ مبتدی رفقاء سے ملاقات کی اور انہیں 29 اگست تا 4 ستمبر مبتدی تربیتی کورس کی اہمیت اور اس میں شرکت کے لیے ذوق وشوق دلایا۔ اسی طرح ناظم تربیت نے نقباء کو 28 تا 30 اگست نقباء امراء کورس میں شرکت کے لیے ترغیب دلائی۔

وقفہ کے بعد بانی محترمؒ کی ویڈیو دکھائی گئی جس میں تزکیہ کے معنی، اس کی اہمیت اور حصول تزکیہ کے ذرائع کو واضح کیا گیا تھا۔ مطالعہ لٹریچر کی ذمہ داری حافظ عمیر انور نے ادا کی۔ انہوں نے ''اسلام کا اخلاقی وروحانی نظام'' کا مطالعہ کروایا۔ جناب عبدالرزاق کوڈاوی نے کثرت کلام وتقلیل کلام کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے فرمان رسول ﷺ کی روشنی میں بتایا کہ انسان جب بھی بات کرے تو خیر کی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔ محمد نعمان صاحب نے کثرت منام وتقلیل منام پر بیان کیا۔ امیر حلقہ نے اختتامی خطاب میں آج کے پروگرام کی غرض وغایت، مدرسین کی تحسین اور تزکیہ نفس کی اہمیت پر گفتگو کی۔ خطاب کے نصف ثانی میں رفقاء ورفیقات کے لیے چند ہدایات واعلانات اور نصیحتیں تھیں۔ امیر حلقہ کی دعا پر اس بابرکت محفل کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرما کر سب رفقاء کے لیے توشہ آخرت بنائے۔ آمین! (رپورٹ: محمد سہیل)

## بقیہ: حیا کے بغیر مہذب قوم؟

ہمیں فحاشی اور بے حیائی سے بچنے کا کوئی راستہ نکالنا ہوگا اور اس کو عام ہونے سے ہر صورت روکنا ہوگا۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ ہم اپنی اولادوں کو اپنی نگہداشت میں دین فطرت کے سنہری اصولوں کے مطابق تربیت دیں اور دین مبین کی روشنی میں ان کے کردار اور طرز معاشرت کو سنوارنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح ہم بھی دنیا میں ایک مہذب اور اعلیٰ اقدار کی حامل ترقی یافتہ قوم بن سکتے ہیں ورنہ جب تک صحیح معنوں میں نظام خلافت قائم نہیں ہو جاتا، اس نام نہاد جمہوری نظام میں عورت کی عصمت، شرف ومقام اور عزت کہیں صنعت کا رطبقہ، کہیں میڈیا اور کہیں جمہوری پارٹیوں کے مفادات کی بھینٹ چڑھتی رہے گی اور آزادی اور حقوق نسواں کے نام پر عورت کا استحصال ہوتا رہے گا۔


# سانحۂ کربلا

قیمت 35 روپے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کے بیان پر جامع تالیف

بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف کا مطالعہ کیجئے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501 e-mail:maktaba@tanzeem.org


## ضرورت رشتہ

☆ راولپنڈی میں مقیم شیخ فیملی کو اپنی کنواری بیٹی، عمر 35 سال، تعلیم بی اے، ہومیو ڈاکٹر کے لیے صوم وصلوٰۃ کے پابند تعلیم یافتہ، برسر روزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔ دوسری شادی کے خواہش مند (بغیر پہلی بیوی و بچوں کے) رابطہ کر سکتے ہیں۔ راولپنڈی یا اس کے مضافات کے رہائشی قابل ترجیح۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0333-0979411

☆ لاہور میں رہائش پذیر خاتون، عمر 35 سال، تعلیم بی اے، مطلقہ کے لیے دینی مزاج کے حامل 40، 45 سالہ نیک، دین دار، برسر روزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-9430756

## دعائے صحت

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے رفیق محمد فیصل قریشی بیمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

## دعائے مغفرت إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ حلقہ لاہور غربی کے رفیق ملک سعید حج کے لیے گئے ہوئے تھے۔ وقوف عرفات کے بعد مزدلفہ میں رات گزار کر واپس منیٰ میں پہنچے تو بیمار ہو کر وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے ملتزم رفیق جناب ذوالفقار بھٹی کے چچا وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

# Afghanistan: After Mullah Omar

**General Mirza Aslam Beg**
**Former COAS, Pakistan**

Two years ago, Mullah Omar passed away.
"We belong to Allah and unto Him, we return".
May Allah rest his soul in peace. Aameen!
For two years Taliban kept his demise secret from the eyes of their own people as well as the international spies swarming Afghanistan, and have elected Mullah Akhtar Mansur, as his successor, later to be ratified by the Milli Shoora, which could not meet due to fear of an aerial attack. It was the peace process launched by Pakistan which compelled the Taliban to make Mullah Omar's' death public, because, his conditions for peace were violated. Mullah Omar's unflinching demands are: "You are defeated, exit now and let Afghans form an Islamic Government according to their traditions." Mullah Mansur's decision was thus challenged by the die-hard Taliban, forcing him to announce: "The peace talks cannot be held unless Mullah Omar's demands were met. War against foreign occupation, therefore, will continue unabated." The emerging situation thus leaves many questions to be answered.
Taliban would take time to convene the Milli Shoora under the existing threat of the aerial attacks, which means that talks would be put-off for an indefinite period. War will continue, unabated by the Taliban, who control almost seventy percent of Afghan territory and have established a new support base in the eight provinces in the north, which were earlier areas of influence of Northern Alliance, where the Movement for Independence of Uzbekistan (MIU) has joined hands with them, threatening the security of Central Asian States and North-West China.
The issue of succession is no problem for Mullah Mansur because he took-over as earlier-on designated by the Milli Shoora's 'Order of Succession.' Similarly Mullah Mansur now has designated two of his deputies, namely Sirajuddin Haqqani and Mullah Haibatullah, endorsed by Jalaluddin Haqqani, the most powerful Taliban leader. The opposition to Mansur is mainly against his decision to engage in peace talks. The matter of succession is being raised as a conspiracy.
The crosscurrents of interests of the Global powers and regional countries make the Afghan situation more complex. The American and their coalition partners, want Afghanistan destabilized, so that the emerging coalition of Russia, China, Pakistan and Iran does not materialize, and the China-Pakistan-Economic Corridor (CPEC) benefits, do not extend beyond Pakistan. India is particularly perturbed about the geo-economic impact of CPEC, on the Khalistan Movement in Punjab and the freedom movement in Kashmir, because both the movements complement each other, and the two regions, i.e. Indian Punjab and Indian held Kashmir find themselves deprived of the economic benefits of the CPEC, since Pakistan has decided, not to grant the 'Most Favoured Nation Status' to India, whose 'Look North Policy' thus would remain unrealized. An intriguing situation indeed, which could undermine the geo-political realities of the region.
A de-stabilized Afghanistan would seriously impact Pakistan's security and its interests. Pakistan armed forces are presently engaged along the border regions of Swat to Balochistan,

making it difficult for them to extricate unless peace returns in Afghanistan. This imbalance of our forces on two fronts, has encouraged India to test our nerves, by consistent violation of the Line of Control (LOC), and may well venture across the LOC to escalate the situation, India may also try to provoke Pakistan, violating Afghan borders, because it has considerable influence over there and their agents are fairly active on both sides of the border. If nothing else, Pakistan would face embarrassment. The benefits of CPEC would also remain limited, while the hostility on the borders would encourage the anti-state elements within, to expand their terror activities across Pakistan. The Taliban are stable as a fighting force despite conspiracies. Jalaluddin Haqqani supports Mullah Mansur, whose strength is "his trust in Milli Shoora," which does not oppose the succession process, but rejects Mullah Mansur's decision to participate in the peace process. Mullah Mansur, therefore has corrected himself by declaring that the war will continue against the occupation forces. Whereas the social media is trying to create the impression that Taliban are fractured and divided and the tussle for succession has further aggravated the situation. If it all there is any threat to Taliban, it is from Daesh, who have found soft ground in countries like Syria, Iraq, Libya, Somalia, Nigeria, Algeria, Mali, Yemen and now in Tunisia, to serve as the spring-board, into Europe. Air power has been used against Daesh, but has not proved to be the solution. The US State department admits, "The Daesh now are as strong today as they were some years back." Whereas the Taliban have the solution. They are the unbeatable foot soldiers capable of eliminating Daesh from Afghan soil, but are handicapped by the marauding drones of the occupation forces, leaving vast swathe of Afghan territory undefended, where Daesh could find their haven and sanctuaries. Ideologically also, the Taliban are opposed to Daesh and are the only organized force to defeat Daesh on their own ground.

Taliban can define the peace paradigm in Afghanistan as the prelude to stability in the region. It is going to happen that way, though some may try to diverge and deflect them from their resolve to maintain unity. They have resolved not to be cheated again, as in the past after the Soviet retreat. With time, they have sobered down. Their sole objective is to establish an Islamic government in Afghanistan that would be able to maintain social harmony with the rest of the world. From the very depth of sorrow and sacrifice of four decades, Taliban have reached the point of atonement, which no longer can be denied to them. That is the verdict of history, under the Divine dispensation. **Courtesy: Daily, The Nation**


**رفقاء متوجہ ہوں**

ان شاءاللہ ''مسجد جامع القرآن گلشن سحر قاسم آباد حیدرآباد'' میں

18 تا 24 اکتوبر 2015ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

**مبتدی و ملتزم تربیتی کورس**

کا انعقاد ہو رہا ہے

**نوٹ** ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کرکے تشریف لائیں:

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ عبادتِ رب
☆ شہادت علی الناس ☆ اقامت دین
☆ اسلام کا انقلابی منشور

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-2717617 / 022-2106187

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36316638-36366638(042)